CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

४

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عورت

تیج بہادر

CC-0..Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

تاریخ اشاعت	نومبر ۱۹۶۲ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	الائیڈ پریس
قیمت	تین روپے

(کتبہ واجدی)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

انتساب

میری اپنی بچی

ننھی

کے نام

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ترتیب

۱	پیش لفظ	۹
۲	میری اپنی پچی	۱۱
۳	جوتے	۳۴
۴	سرکس گرل	۵۹
۵	ڈیوڑھی	۷۳
۶	رشتہ	۸۶
۷	مذاق	۱۱۷
۸	چور	۱۰۵
۹	عورت	۱۲۸

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پیش لفظ

اپنے افسانوں کا ایک مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد اب میں دوسرا مجموعہ پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ یہ جرأت مجھے اُن پڑھنے والوں نے بخش دی ہے جنہوں نے میری پہلی کتاب "جہلم کے سینے پر" پڑھی۔ اس کے افسانے پسند کیے اور میری کوششوں کو سراہا۔ اس دوسرے کتابچے میں میں نے آٹھ نئے افسانے شایع کیے ہیں۔ فنی اور ادبی اعتبار سے میں نے نہیں بلکہ آپ نے ان افسانوں کو پرکھنا ہے۔ کیونکہ ان افسانوں کا ہر ایک کردار میں نے اپنی زندگی اور اپنے سماج سے لیا ہے۔ جن سے آپ اتنے ہی مانوس ہیں جتنا میں۔

یہاں میں اس بات کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہماری یہ زندگی کہانیوں اور افسانوں سے بھری پڑی ہے۔ جو مختصر بھی ہوتے ہیں اور طویل بھی۔ زندگی کے ایک ایسے ہی طویل افسانے کو میں نے اپنا ناول "سیلاب اور قطرے" میں قلمبند کر دیا ہے جو اُمید ہے بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

تیج بہادر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میری اپنی بچی..............

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

—— بارش ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ جاتے اور دیئے کی لو بری طرح سے لرز جاتی۔ دیئے کے عین نیچے میری بیوی کا وجود میلے کچیلے بستر میں دیئے کی لو کی طرح ہی لرز رہا تھا۔ بجلی کڑک اٹھتی تو کھڑکیوں کی درز سے کمرے کے اندھیارے میں آگ کی لپٹیں کوند جاتیں۔ بوڑھی دایہ گھبرا کر چونک پڑتی۔ وہ کسی ڈائن کی طرح میری بیوی پر چھائی ہوئی تھی۔ بیوی کے چیخنے چلانے کا شور بارش کی سرسراہٹ اور بادلوں کی گرج میں بے ہنگم اضافہ کر رہا تھا اور میں دروازے کی بڑی درز کے ساتھ پیٹھ لگائے ہوئے ہوا کے جھونکوں کو روکے بیٹھا تھا۔ دروازے کی درز سے ٹھنڈی ہوا تیز دھار کے چاقو کی طرح میری نیم جان پیٹھ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے پر تلی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا شاید میں پورا اندازہ نہ لگا سکا۔ پر مجھے گزرتے لمحات کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اب مجھ میں دروازے کی درز سے پیٹھ لگائے ہوا کے ٹھنڈے چیرتے جھونکوں کو روکنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ دیا بجھ جائے تو بجھ جائے۔ جی میں آ رہا تھا کہ بیوی کے اوپر سے لحاف کھینچ کر .... دفعتاً میں ٹھٹھک گیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کمرے کے ماحول میں کچھ تبدیلی ظہور پذیر ہوئی تھی۔ بارش کا شور کم ہو گیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے مر گئے تھے اور بیوی کی چیخ و پکار کے بجائے "ریں ریں" کی ہلکی آواز کمرے کی فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ میں گھبرا گیا۔ بوڑھی دایہ میری طرف بڑھنے لگی۔ میری رہی سہی حرکت بھی ختم ہو گئی۔ کپڑوں کی گٹھڑی کو میری گود میں ڈال کر دایہ واپس مڑی اور میری بے سدھ بیوی کو سنبھالنے لگی میں احتجاج بھی نہ کر سکا۔

——— اس خون سے لت پت گٹھڑی کو یکایک گود میں پا کر مجھے جھرجھری سی آئی۔ یقین نہ آتا تھا یہ غلیظ لوتھڑا ..... جس کی بو سے میری ناک پھٹنے کو آئی تھی۔ یہ مکروہ گوشت کا ٹکڑا ..... اس کا ذمہ دار میں تھا۔ یہ خون اور گند میں لتھڑے ہاتھ پیر ..... یہ جھریوں سے بھرپور چہرہ، نہ کہیں ناک نہ کہیں آنکھ ..... صرف بھیگا بھیگا سپاٹ گول مول سر جیسے ذرا دباؤ تو کیچڑ کی طرح دبتا ہی جائے۔ مجھے اُبکائی سی آئی۔ وہ تو بھلا ہو دایہ کا جس نے مجھے ہدایتیں دے کر اسے پونچھنے اور صاف کپڑے میں لپیٹنے پر مجبور کیا۔ ورنہ سنبھالا نہ جاتا تھا۔ یہ ذرا سا گوشت کا لوتھڑا۔ ہاتھ پکڑو تو ٹانگ الجھ گئی۔ بدن سنبھالو تو سر ڈھلک جائے۔ بے بس ..... بے کس گوشت کا ٹکڑا ..... بھیگا بھیگا سا ..... ایک بھرے پورے انسان ..... میرے یا میری بیوی جیسے انسان کا پیش خیمہ ہو سکتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس کی الگ شخصیت ہوگی۔ اس کا الگ وجود ہوگا۔ اس کے الگ خدوخال ہوں گے..... مجھے واقعی تعجب آرہا تھا۔ دایہ اپنا کام ختم کرکے چلی گئی۔ بیوی نڈھال ہو کے سو گئی اور میں اکیلا اس بوجھ کو سنبھالنے کے لئے رہ گیا۔ رات بھر کی جاگ..... ٹھنڈے اکڑے ہاتھ پیر..... اس پر یہ نئی مصیبت..... میں بھی ہلکان ہوکر دُنیا و مافیہا سے غافل ہو گیا۔

——— میری اپنی بچی پیدا ہوگئی تو مجھے اس سے چڑ سی ہو گئی۔ وہ آٹھوں پہر ماں کی سوکھی چھاتیوں سے چپکی رہتی ہر وقت ریں..... ریں کرتی رہتی۔ رات کو بھی دیوار بن کر ہم دونوں کے بیچ پڑی رہتی تھی۔ بیوی بھی کچھ بدل گئی تھی۔ وہ اب پہروں میری شدھ نہ لیتی تھی۔ میں اس تبدیلی کو سمجھنے کے لئے اس ننھی جان کو جانچتا۔ اس کے ننھے نقوش کو گھور گھور کے دیکھتا۔ اس کے بدن میں کوئی کشش تلاش کرتا۔ پر جھریوں سے اٹے بدصورت چہرے کو دیکھ کر مجھے کوفت سی ہوتی تھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بیوی اس کی کس ادا پہ لٹو ہو گئی تھی ہاں اس کی بے بسی کو دیکھ کر مجھے رحم سا آجاتا تھا اور کبھی کبھی اس کا ملائم لمس اچھا بھی لگتا تھا۔ ویسے مجھے اس کی "ریں ریں" اور بہتی ناک سے بڑی نفرت تھی۔ پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنی معصوم نگاہیں میرے چہرے پر گاڑھ دیں تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے روشنی کی ندی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دھاریں اُس کی آنکھوں سے نکل کر میرے ذہن کے نہاں خانوں تک پہنچ گئی ہوں۔ واقعی کسی فرد کی شخصیت کو واضح کرنے کے لیے اس کی آنکھوں سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔ اُس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں مجھے اپنا آپ تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ سارے بدن میں پیار کی ایک انوکھی لہر اُٹھنے لگی جو میرے وجود کی کوتاہیاں ...... خامیاں سب بہا لے گئی۔ میرے وجود کا مقصد بدل گیا۔ میرا خیال بدل گیا۔ میں بدل گیا۔ اب تک ہر حرکت... ہر قدم... ہر کوشش اپنے آپ سے وابستہ تھی۔ پھر اب خواہ مخواہ جی چاہنے لگا کہ اس ننھی جان کو دُنیا کی گندی نگاہوں سے چھپائے رکھوں۔ اس پہ کائنات کے سب راز افشا کر دوں۔ اپنے ادھورے خواب اس کے سانچے میں ڈھال لوں۔ اپنی تشنہ تمناؤں کا مرکز اس کو بناؤں۔ اپنی حسرت بھری اُمنگوں کو اسی میں پورا کر دوں۔ میرا ہر قدم.... ہر حرکت .... ہر کوشش اس کے لیے وقف ہے۔ اس کے لئے سب کچھ نچھاور کر دوں۔ اس کے وجود میں میری بھٹکتی روح کو آخر کار اپنی کھوئی ہوئی منزل مل گئی۔

—— ہم میاں بیوی زمین پہ سویا کرتے تھے لیکن اب جب ننھی بچی کا کھردری زمین پہ سو جانا برداشت نہ کر سکا۔ اس کا ننھا سا بدن کہیں کمہلا نہ جائے۔ بیوی نے بہت کہا کہ ہم دونوں کے ساتھ زمین پہ ہی سو جایا کرے گی اور میں مُصر ہوا کہ ایسے پلنگڑے پہ سویا کرے گی جو نحیف نقرئی گھنگروؤں کے سہارے کھڑا ہو۔ جس کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رنگ سورج کی تابانی کو بھی شرمائے۔ جس کے گدیلے بادل کے گالوں سے بھی نرم ہوں۔ بھلا کیوں نہ لاتا۔ میں ایسا پلنگڑا۔ مجھے وہ کیا ملی تھی۔ دُنیا کے بہت سارے خزانے مِل گئے تھے۔ اِس لئے میں نے شہر بھر کی دوکانیں چھان ماریں۔ لیکن کہیں من پسند پلنگڑا نہ مِلا۔ ناچار ہو کر آرڈر دیکر بنوایا۔ پلنگڑا میری اپنی خواہشوں سے بھی زیادہ خوبصورت بن گیا۔ ایسے خوبصورت پلنگڑے کے رکھنے کے لئے کمرے کو بھی بدلنا پڑا کمرے کے ساتھ ساتھ مکان بھی بدلنا پڑا۔ نیا مکان خوب ہوادار تھا۔ سورج کی کرنیں دن بھر آنکھ مچولی کھیلا کرتی تھیں۔ چاروں طرف پُرکشش کیاریوں کا جال پھیلا تھا جن میں رنگ برنگے پھُول مُقیّد تھے۔ ہزاروں خوشبوئیں مکان کا طواف کرتی رہتی تھیں۔ پھولدار بیلوں نے تو جلن کے مارے مکان کی ہر دیوار پر غلبہ کر دیا تھا۔ میری اپنی بچّی کے کمرے کا رنگ سمندری تھا۔ دیواروں پر جل پریوں کی تصویریں آویزاں تھیں چھت پر بادل تھے۔ تارے تھے اور شفق کی لالی تھی۔ سنہری پلنگڑا کمرے کی بیچوں بیچ ایسا لگ رہا تھا جیسے چاند کی پرچھائیں سمندر کے پانی پر رواں ہوں۔ نیلے قالین پر اُمڈتی لہریں مُنقش تھیں

——— میری اپنی بچی کچھ اور بڑی ہو گئی تو گائے کے دودھ کی ضرورت آن پڑی۔ کہتے ہیں گائے کا دودھ بچّوں کے لئے بہت مُفید ہوتا ہے۔ دماغ ٹھیک طرح سے بنتا ہے۔ ہڈیاں مضبوط ہو جاتی ہیں اور تندرستی بھی بڑھتی ہے۔ بازار میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جو دودھ ملتا ہے مریل اور بیمار گائیوں کا دودھ ہوا کرتا ہے۔ ویسے گوالے پانی بھی ملا دیتے ہیں۔ دودھ دوہتے وقت حفظانِ صحت کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ اِس لئے میں نے سوچا اچھی نسل کی ایک گائے خرید لوں اور دودھ دوہنے کے لئے بجلی کی مشین بھی منگوا لوں۔ بہت سارے اخباروں میں ایسی مشینوں کی تصویریں دیکھی تھیں اور ان کی تعریفیں بھی پڑھی تھیں لیکن بیوی نے مخالفت کی۔ گھر کے آس پاس گائے رکھنے سے مکان کی ہوا کے آلودہ ہو جانے کا خطرہ تھا۔ آخر کار بازار سے دودھ کے ڈبے خریدنے پڑے۔ GLAXO MILK ... ASTRO MILK اور بھی بہت سی قسمیں۔ ڈبوں پر ننھے منھے بچوں کی تصویریں ہوتی تھیں۔ مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میری اپنی بچی کی تصویریں ان پر چھاپی گئی ہوں۔ وہی بھرا بھرا چہرہ.... وہی موٹی موٹی آنکھیں .... وہی میٹھی مسکراہٹ۔

میری اپنی بچی نے گھٹنوں کے بل چلنا شروع کیا تو میری بوڑھی ٹانگوں میں نئی سکت سی آ گئی۔ وہ گھٹنوں چلتی اور میں بھی گھٹنوں چلنے لگتا۔ بیوی ڈانٹتی کہ بالکل بچہ بنتا جا رہا ہوں۔ اور میں ہنس کر اس پر جتا دیتا۔ بچہ ہی تو ہوا۔ میری روح تو میرے سامنے ہنستی کھیلتی کلی میں بند ہے۔ بدن بڑا ہے تو کیا ہوا۔ وہ میری اِس انوکھی منطق پر مُنہ بناتی اور میری اپنی بچی سب کچھ سمجھ کر اُسے چڑانے کے لئے مُنہ بناتی۔ میری زندگی میں بہار انگڑائیاں لینے لگتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بہت سمجھدار تھی میری اپنی بچی۔ میں دفتر سے گھر لوٹ آتا تھا تو وہ سب کھیل کھلونے چھوڑ کر مجھ سے آکر چمٹ جاتی۔ کبھی میری گود میں ہمکنے لگتی اور کبھی میرے بازوؤں میں جھول جاتی تھی۔ میں حیران ہو جاتا تھا اور بھی تو بچے ہوتے ہیں۔ کیا مجال اتنے خوب صورت کھلونے۔ ایکدم بھول جائیں لیکن میری بچی میری آہٹ پاتے ہی کھلونوں کو پرے دھکیل دیتی تھی۔ ایک بڑا بلا تھا جس کا فر بالکل بلی جیسا تھا۔ رنگ برنگی گیندیں تھیں ہیرے، موتیوں کی طرح چم چم کرتی ہوئیں۔ ہر دیس کی گڑیاں تھیں۔ کوئی بیٹھی ہے تو کوئی کھڑی ہے۔ کسی کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے تو کسی کے انداز میں ناچ کی تھرک۔ مجھے بارہا محسوس ہوتا یہ تمام قسم کی گڑیاں نہیں ہیں بلکہ میری اپنی بچی کے مختلف روپ ہیں۔ گڑیوں کے رہنے کے لئے چھوٹے چھوٹے مکان میز کرسیوں سے مزین تھے۔ اُن کی سواری کے لئے ننھے ننھے ہوائی جہاز..... موٹر..... سرپٹ دوڑتے گھوڑے، اُن کے دل بہلاوے کے لئے ریڈیو..... باجے..... جھنجھنے..... نقل اُتارتے ہوئے بندر..... جنہیں ذرا چھیڑو تو چیں چیں کرتے تھے۔ میں روز اُس کے لئے کھلونے لاتا تھا۔ کبھی کوئی کھلونا ٹوٹ جاتا تو مجھے افسوس ہونے کے بجائے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ جیسے میرے من مندر کی دیوی نے میری بھینٹ سویکار کی ہو۔ میرے پیار کی قدر کی ہو۔ میں مسرت میں سرشار ہو کر اُسے گود میں اُٹھا کے بازار لے جاتا تھا۔ کھلونوں کی بہترین دکانوں کو ڈھونڈھتا سب سے اچھے انوکھے، اچھوتے کھلونے خریدتا۔ دوکاندار میرا رویہ دیکھ کر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دام ضرور بڑھا دیتے تھے پر میں بغیر کسی اعتراض کے ادا کرتا تھا۔ بھلا میرے پاس کس چیز کی کمی تھی۔ میری اپنی بچی میرے بازوؤں میں تھی۔ یہی بہت کچھ تھا۔

——— میری اپنی بچی کچھ اور بڑی ہو گئی تو مختلف پوشاکوں کا انتظام ہونے لگا۔ آج کل روز ہی تو فیشن بدلتے ہیں۔ اس لئے روز درزی کو ہمارے ہاں آنا پڑتا تھا۔ کبھی چوڑی دار پاجامہ تو کبھی سلمہ ستاروں سے مزین گرارا۔ جسے ذرا پھیلاؤ تو آسمانوں کی وسعت ماند پڑے۔ آج فرن بدن پر پھب رہا ہے تو کل فراک پہنے گھوم رہی ہے۔ کبھی فر کے کوٹ میں لوٹ رہی ہے تو کبھی ریشمی کڑھائی کوٹ پہنے پھر رہی ہے۔ کبھی ہندوستانی مہک رہی ہے اور کبھی ایرانی۔ اور کیوں نہ ہو۔ تین تین دفعہ تو درزی ماپ لیتا تھا۔ بیسوں بار ردو بدل کرنا پڑتی تھی تب، کہیں سلائی میرے من پسند ہو جاتی تھی۔ درزی کبھی ناراض نہ ہوا۔ اس کے فن کارانہ ہاتھوں کی عظمت بڑھتی جاتی تھی۔ اس کا ہنر زندہ جاوید ہوا جا رہا تھا۔ ہر پوشاک کی قدر اس کے جسم پر بڑھ جاتی تھی۔ کالی آنکھوں کے ساتھ کالی چھینٹ کا انداز بھلا لگ رہا ہے تو گورے گورے گالوں کے ساتھ پیلی مخمل کا ساتھ۔ گالوں کی لالی اس پر بھی شفق پھیلا دیتی تھی۔ کالی ٹوپی سنہرے بالوں پر سجاؤ تو کرنیں بادلوں میں آنکھ مچولی کھیلتی محسوس ہوں اور نیلے فرن کے دامن میں تو لہریں امڈتی رہتی تھیں۔ ساری کائنات میری اپنی بچی کے رنگ و روپ کی نقل کرتی تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

——— جس دن میری اپنی بچی بغیر سہارے کے کھڑی ہوگئی
تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ حسبِ معمول اُسے اپنے سینے سے چمٹائے بغیر اُلٹے پیروں
واپس نکل آیا۔ رات گئے تک بازار چھان مارا۔ تمام سائیکلیں ہری، کالی
پر تھے۔ پر اُن کے رنگ مجھے کچھ جچے نہیں۔ کسی کا لال رنگ اُس کے گالوں
کی آب کو ماند کرتا اور کسی کا کالا اُس کی آنکھوں کو زک پہنچاتا۔ میری
تو جان مشکل میں پھنس گئی۔ آخر دسیوں دوکانیں ڈھونڈھ کر ایک سست
رنگی پرانی سائیکل خرید لیا۔ جس میں لائیٹ، گھنٹی، آئینہ سبھی کچھ لگا تھا۔
مزدور بھی کوئی نہ ملا۔ نوکر کو ساتھ لانا بھول گیا تھا۔ ناچار کندھے پر
پرانی سائیکل اُٹھا کے گھر پہنچا۔ بیوی پریشان ہو گئی تھی میرے ایکدم
واپس چلے جانے پر۔ مجھے پرانی سائیکل کا بوجھ اُٹھائے ہانپتا کانپتا
دیکھ کر تو وہ بپھر ہی پڑی۔ وہ سمجھتی تھی میں اپنی بچی کی عادت بگاڑ رہا ہوں۔
بیوی کو یہ سارا سامان کہاں میسر ہوا تھا بچپن میں۔ اسی لئے جلن کے
مارے مجھے روک رہی تھی شاید۔ ہوں..... میری اپنی بچی کے کھانے کھیلنے
کے دن تھے۔ اپنی بچی پر بھی کوئی فضول خرچی کرتا ہے؟ میں نے
واپس لوٹانا تھا سب نہ سمجھا۔ بھلا میں اپنی بچی کی مال سے کیونکر لوٹ
سکتا تھا۔ میری اپنی بچی پرانی سائیکل پر بیٹھنے کے لئے بڑھی۔ میں
سانس روکے منتظر رہا۔ اُس کے ننھے پیر لڑکھڑا گئے۔ میں لڑکھڑایا
بیوی نے اُسے سہارا دے کر پرانی سائیکل پر بٹھا دیا اور میری جان میں جان
آئی۔ وہ ٹن... ٹن گھنٹی بجانے لگی اور فر فر پیر چلانے لگی۔ میں گھبرا گیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اتنی تیز سائیکل چلاؤگی تو کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھے۔ سڑکوں پر موٹروں کی بھیڑ بھاڑ..... ٹانگوں کی آمد و رفت۔ کالج پانچ منٹ دیر سے بھی پہنچ سکتی ہے۔ کِس کی مجال ہے جو اُس کو دیر سے آنے پر ڈانٹ دے۔ دیر سے پہنچ گئی تو کیا ہوا۔ کلاس میں تو فسٹ ہی آئے گی۔ کلاس کیا پوری یونیورسٹی میں فسٹ آئے گی..... میری اپنی بچّی ہے نا.....

———— اب تو میری اپنی بچّی بغیر سہارے کے چلا کرتی تھی میں اُس کو روز شہر کی سیر کو لے جاتا تھا۔ اُس کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر آ جاتا سب سے طرحدار ٹانگے کو یا زرق برق سپر رنگ ٹیکسی کو ڈھونڈ لاتا۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی بہار ساتھ لے جاتی تھی۔ وہ ہاری پربت گئی۔ تو پتھروں کا لال رنگ اور لال پڑ گیا۔ بادام کے شگوفوں میں مہک بھی گھلنے لگی۔ میں اُسے دریائے جہلم کی سیر کو لے گیا تو جہلم کا میٹھا لا گدلا پانی ہریالی میں ڈوب گیا۔ لہروں میں مستی آ گئی۔ گرداپوں میں نئی تیزی آ گئی حتیٰ کہ وُلر پر پہنچ کر پانی خوشی کے مارے مچلنے لگا لپکنے لگا۔ چاندماری کے میدان کا سبزہ اُس کے ننھے پیروں کی بدولت مخمل بن گیا۔ پرتاپ پارک کے چاروں طرف قمقموں کا چراغاں ہوا۔ جیسے کہ دل چھو کے یہ میلے لگنے لگے۔

آپ جانئے شہر کی سڑکیں کہیں گڑھے اور کہیں ٹیلے۔ بارش آ گئی تو کیچڑ ہی کیچڑ اور جو ذرا برف آ گئی تو چلنا پھرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے ایک اچھی سی موٹر بھی خریدی۔ میں سٹیرنگ پر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بیٹھتا۔ بچی کو گود میں بٹھاتا اور صبح نشاط یا شام شالیمار منانے نکل پڑتا میری اپنی بچی کے ہاتھ سٹرنگ کو سہارا دینے لگتے اور میری اپنی زندگی کو سہارا ملتا۔ وہ ہارن بجاتی تو دنیا چونک اُٹھتی تھی۔ راہ چلتے لوگ مڑ کر اُسے دیکھنے لگ جاتے تھے.... ہنستے ہنستے اُسکی مسکراہٹ کا استقبال کرتے۔ مجھے اپنے پرائے کا فرق مٹتا محسوس ہوتا۔ دشمن بھی اپنے ہوئے جاتے تھے۔

——— کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی بچی کی حد سے زیادہ تعریفیں کر رہا ہوں۔ بھلا کونسا ایسا باپ ہوگا جو اپنے لختِ جگر کا ذکر کرتے کرتے اُکتا جائے۔ ویسے میں تعریف تو نہیں کر رہا ہوں بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میری اپنی بچی انگریزی اردو، ہندی، کشمیری اور دیگر مروجہ زبانوں سے واقف تھی۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ وہ فنونِ لطیفہ کی ماہر تھی اور میں نے یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ اُسے دنیا کے علوم پر دسترس حاصل تھی۔ وہ تو ابھی بہت چھوٹی تھی۔ صرف توتلی باتیں ہی کر پاتی تھیں۔ اُس کی باتوں کی لچک اتنی نازک تھی کہ ریڈیو سُننا فضول دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے گلے میں ہزاروں مرکیاں مقید تھیں۔ اُس کی کلکاریاں جھرنوں کو بھی ماند کرتی تھیں۔ بچے روتے ہیں سہی۔ پر اُس کے رونے میں بھی بے انتہا سوز اور درد ہوا کرتا تھا۔ باپ ہونے کے ناطے میں چاہتا تھا کہ یہ سوز.... درد مجھ تک ہی محدود نہ رہ کر ساری کائنات میں پھیل جائے اور پھیل کر زندگی کو نیا روپ دے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نئی جِلا بخش دے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ دُنیا کی زبانوں، علموں اور فنونِ لطیفہ کی ماہر بن کر کائنات کو اپنا آپ بھی بخش دے۔ عام سکولوں میں پڑھائی اچھی نہیں ہوتی۔ طور طریقوں کا بھی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے میں نے شہر کے ایک بہت اونچے درجے کے ایسے اسکول کا پتہ ڈھونڈ نکالا جہاں بچّے اور بچیاں دونوں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ بیوی نے اعتراض کیا کہ بچی کو صرف بچیوں کے مخصوص اسکول میں داخل کرایا جائے۔ لیکن میں نہ مانا۔ میں نہیں چاہتا تھا اُس میں عورت ذات کا مخصوص احساسِ کمتری پیدا ہونے پائے۔ میں اُسے صنفِ نازک کی گھٹی گھٹی حرکتوں میں قید نہ رکھنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ بڑی ہو کر وہ بھی مردوں کے دوش بدوش زندگی میں برابر کا حصّہ لے سکے۔ اس لئے میں نے بیوی کا اعتراض رد کر دیا اور اُس کو اسکول میں داخل کرا دیا۔ سکول کے پاس بچوں کو لے جانے کی اپنی بس تھی۔ لیکن میں اپنی بچی کو بس میں بھیجنے پر رضامند نہ ہو سکا۔ آپ جانئے بچّوں کو تھوڑی دیر ہی اکیلا چھوڑا جائے تو آپس میں لڑ جھگڑ کر ایک دوسرے کو لہولہان کر دیتے ہیں۔ رہی میری اپنی بچی تو وہ تو دیوی تھی دیوی۔ لڑنا جھگڑنا در کنار وہ کوئی گنوار لفظ بھی مُنہ سے نہ نکالتی تھی۔ ہاں بس میں ہچکولے بھی تو لگتے ہیں۔ سخت کھردری سیٹ بھی تو ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے موٹر کے لئے ایک باوردی شوفر بھی ملازم رکھ لیا۔ بیوی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے حسبِ عادت اعتراض کیا۔ اب تک بہت ہو چکا ہے۔ اب نوکروں کی
تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر اتنے ہی کچھ روپے اس کے بیاہ کے
لیے بینک میں رکھے جائیں تو...... اور میں جھنجھلا اٹھا۔ یہ بیویاں
بھی بڑی مصیبت ہیں۔ بچی پیدا ہوئی نہیں کہ بیاہ شادی کی فکر
گلو گیر ہو گئی۔ جیسے لڑکی لڑکی نہ ہوئی بچے پیدا کرنے کی مشین ہوتی
لڑکی ان پڑھ ہو۔ بیوقوف ہو۔ جاہل گنوار ہو انہیں اس کی پروا
نہیں پر جہیز کا فکر ضرور رہتی ہے۔ پیٹ کاٹ کے۔ قرض لے کے
اور ہو سکے تو ...ری کر کے جہیز کے لئے روپے جمع کرتی رہتی ہیں
جہیز میں دئے جانے کی جگہ یہ روپیہ لڑکیوں کی پڑھائی، لکھائی
اور اچھی نگہداشت پر صرف کیا جاتا تو ہمارے گھروں کی حالت ہی
بدل جائے۔ پر یہ ہماری ہندوستانی عورتیں الٹی عقل ہے انکی خامیوں
پر پردہ ڈالنے کے لئے عمر بھر کی خون پسینے کی کمائی لٹا دیتی ہیں
پر ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتیں۔ مجھے تو
بہت غصہ آ گیا بیوی پر...... اس لئے میں نے اسے چڑانے
کی خاطر یہ بھی طے کیا کہ ایک پڑھی لکھی تمیز دار عورت کو اپنی
بچی کا ٹیوٹر مقرر کر لوں تاکہ اس کی عمدہ پرداخت بہترین
ہو۔ شہر کے سب بڑے اخباروں میں اشتہار دئے۔ ہزاروں جواب
موصول ہوئے۔ نہ معلوم کیا بات تھی میری اپنی بچی میں۔ ہر کوئی
امیدوار اس کا "ٹیوٹر" بننے کا فخر حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن انتخاب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں دشواری پیش آئی۔ کسی کا باتیں کرنے کا ڈھنگ اچھا نہ تھا تو کسی کے لب و لہجہ میں مٹھاس مفقود تھی۔ کسی کے چلنے کا انداز کھُردرا اور کسی کے اُٹھنے بیٹھنے کا انداز بُرا۔ میری اپنی بچی ایسی بدتمیزی نہ سیکھ لے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اس کی ماں ہی یہ خدمت انجام دے گی۔

——— بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آجاتا ہے۔ اُس کا ذہن بالکل کورا ہوتا ہے۔ وہ کون ہے .... کیا ہے .... اس کی تخلیق کس نے کی۔ کیوں کی؟ یہ سب کچھ سمجھنے سے وہ قاصر ہوتا ہے وہ صرف گوشت پوست کا ایک ہلتا جھلتا نقطہ ہوتا ہے۔ مٹی کا ڈھیلا یا سرسراتی ہوا کا جھونکا یا ٹمٹماتا تارا ..... کائینات کے لاکھوں کروڑوں نقطوں میں ظاہراً ایک حقیر اضافہ۔ لیکن ایک عنصر اس میں بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے جو اُسے لڑھکتے ڈھیلے، سرسراتی ہوا کے جھونکے یا ٹمٹماتے تارے سے افضل بناتا ہے" برتر بناتا ہے اور ہمیں اس کے وجود کا احترام کرنے پہ مجبور کرتا ہے۔ اُس عنصر کا نام ہے خودغرضی..... زندگی کی مخصوص صفت۔ جنم لیتے ہی بچہ پیٹ کی خاطر چیخنے چلّانے لگتا ہے۔ گرمی۔ سردی کی زیادتی سے مُتاثر ہو کر احتجاج کرنے لگتا ہے۔ چاہے دُنیا اُلٹ پلٹ ہو جائے چاہے اُس کے ماں باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں مُبتلا ہوں۔ چاہے کچھ بھی ہو رہا ہو وہ سب سے بے نیاز اپنی خودغرضی میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں مُبتلا رہتا ہے۔ جبتی کہ وہ اپنی شخصیت سے بھی غافل رہتا ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اِردگرد بکھرے لاکھوں، کروڑوں نقطوں کے خدوخال .... اُن کی ماہیت .... اُن کا ٹکراؤ اُس کی اپنی شخصیت کو محسوس کرانے میں مدد دیتے ہیں۔ اُسے اپنے آپ کو اِن نقطوں سے الگ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے وہ اپنے آپ کو پہچاننے لگتا ہے مگر خود غرضی کا عنصر اب غالب تر ہوتا جاتا ہے۔ جب وہ ذرا اور بڑا ہو جاتا ہے اور بچپن کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے تو خود غرضی کا عنصر اُس کے اپنے جسم کی حدود کو پھلانگ کر اِردگرد بھی دامن پھیلانے لگتا ہے۔ اُس کی نگاہوں میں کائنات کھیل کے میدان سے زیادہ وُقعت نہیں رکھتی۔ ماں باپ کو وہ اپنی حفاظت کے لیئے پیدا شدہ سمجھتا ہے اور بھائی بہنوں کو دل بہلاوا۔ کائنات کا ہر ایک نقطہ ایک نئے کھلونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اُس کی ہر ایک تان اپنی شخصیت سے ہی وابستہ ہوتی ہے۔ وہ گردوپیش سے اثر ضرور لیتا ہے۔ پر خود غرضی کا عنصر اُس کے گردوپیش میں بکھرے مختلف رنگوں کو ملا کر ایک نئی شخصیت کو رنگ دیتا ہے جو بنیادی رنگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔

—— وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود غرضی بھی جوان ہو کر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آخری حدود کو چھونے لگتی ہے۔ اپنی شخصیت کی خاصیتیں نئی
اہمیت حاصل کر جاتی ہیں۔ زورِ بازو بہادری میں تبدیل
ہو جاتا ہے۔ طاقت احساس برتری کا روپ دھار لیتی ہے اور
کمزوریاں رحمدل بناتی ہیں۔ زندگی کی قوتیں جوبن پہ آجاتی ہیں
عیش و عشرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ وقت نشاط و طرب
میں ڈوب جاتا ہے۔ یہی اُسے اپنے وجود کی معراج نظر آتی ہے۔
ذہنی اور جسمانی لذتوں کی خاطر وہ اپنے آپ کو لٹاتا جاتا ہے...
بے تحاشہ لٹاتا جاتا ہے حتیٰ کہ زندگی اُسے تخلیقی مراحل سے
گذار کر ایک اور نئے نقطے کے سامنے ٹھہرا دیتی ہے جس کی
اُس نے کوئی حد ہی تعین نہ کی تھی۔ جس کے خد و خال اُس نے
کبھی محسوس نہ کئے تھے جس کی ماہیت سے وہ بالکل بے خبر تھا۔
وہ چونک اُٹھتا ہے۔ بوکھلا اٹھتا ہے۔ اُس کے ذہن کے پیلے
ریشوں میں لال لال گرم اُبلتے خون کے پھوارے چھوٹنے لگتے
ہیں۔ وہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ نقطہ کہاں سے آیا؟
اور کیسے آیا؟ اُس پہ واضح ہونے لگتا ہے شاید اس نقطے میں
اُس کے اپنے وجود کی تفسیر پنہاں ہے۔ شاید وہ بھی اس نقطے
کی طرح وجود میں آیا تاکہ وقت پہ ایک نئے نقطے کو جنم دے
لامتناہی نقطوں کے سیلاب کا ایک نقطہ جیسے پیچھے سے دھکیلا گیا
اور اب وہ خود آگے والے نقطے کو دھکیل رہا ہے۔ یہ دھکم دھکا....

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ ریل پیل ..... یہ بہاؤ ہی زندگی ہے۔ یہی اُس کے وجود کا مقصد ہے یہاں پہنچ کر خود غرضی کی حدود ٹوٹ کر اُس کی شخصیت کو ایک نئے دائرے میں پھینک دیتی ہے۔ جہاں وہ اپنا آپ بھول کر دوسروں کے لئے سوچتا ہے۔ اس نقطے کے متعلق سوچتا ہے، اسے پروان چڑھاتا ہے۔ اس کے لئے دیگر لوازمات مُیسّر کرتا ہے۔ اس کی تکلیف میں اپنی تکلیف اور اس کی خوشی میں اپنی خوشی محسوس کرتا ہے۔ زندگی کتنی چھوٹی غرض مند کڑیوں سے آزاد ہو کر ہمہ گیر وسعت حاصل کر جاتی ہے۔

—— میری اپنی بچّی روتی تھی تو میں روتا تھا۔ وہ مسکراتی تھی تو میں کھلکھلا پڑتا تھا۔ اُس کی ہر حرکت میں میری اپنی حرکت پنہاں تھی۔ اُس کی ہر خواہش میں میری اپنی خواہشیں سموئی تھیں میرے ارمان اُس میں پروان چڑھ رہے تھے۔ میری اُمنگیں اُس میں پھول رہی تھیں۔ میری شخصیت اُس میں اُبھر رہی تھی۔ وہ میں تھی میں وہ تھا۔ اُس کی معصومیت میری تجربہ کاری ..... ایک حسین اِمتزاج ..... زندگی کے خدوخال پورے ہو رہے تھے اور میرا وجود مکمل ہو رہا تھا۔

—— بچیاں گر بھی پڑتی ہیں۔ انہیں چوٹ بھی آجاتی ہے۔ وہ بیمار بھی ہو جاتی ہیں اور دوا دارو کر کے ٹھیک بھی ہو جاتی ہیں۔ میری اپنی بچّی بھی بیمار ہو گئی۔ میں نے شہر کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سب سے اچھے ڈاکٹر بلوائے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ کچھ دنوں میں ہی ٹھیک ہوجائیگی بڑی بوڑھیوں نے کہا۔ اسے نظر لگ گئی ہوگی تو مندروں اور مسجدوں میں خیرات بٹوائی۔ سادھوؤں، فقیروں کو کھانا کھلایا۔ پیر مرشدوں کی منتیں مانیں۔ لیکن اس کی طبیعت روز بروز گرتی گئی۔ دن رات آنے جانے والوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ کوئی تعویذ لا رہا ہے تو کوئی پھونک مار رہا ہے۔ ویدجی کی دوائی ایک نوکر بنا رہا ہے۔ دوسرا حکیم صاحب کا جوشاندہ تیار کر رہا ہے۔ ڈاکٹر بیچارے خود ہی انجکشن اُبال رہے ہیں۔ بیچارے سبوں کو میری اپنی بچی کی فکر تھی۔ بچی کی تیمارداری کے لئے بہت سارے رشتہ داروں نے پیشکش کی پر میں نے انہیں تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے تیمارداری کے لئے دو نرسیں رکھ لیں۔ ایک دن کے لئے ایک رات کے لئے۔ ممتا کی ماری بچی کی ماں یعنی میری بیوی میری اپنی بچی کے سرہانے بیٹھی رہتی تھی۔ اور میں اپنی بچی کے پاؤں کے پاس بیٹھا بیٹھا اُس کے بدن کو ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہتا تھا۔ عجیب بات تھی یہ۔ جتنی زیادہ خوبصورت میری اپنی بچی تھی اُتنی ہی بیماری بھی خوبصورت لباس بن کر اُس پر چھا گئی۔ اُس کے بلور جیسے بدن پر موتی اُبھرنے لگے پھیلنے لگے جیسے بستر پر میری اپنی بچی نہیں بلکہ خوبصورت بے جان موتیوں کی لڑی پڑی ہوئی ہو۔ میری اپنی بچی ذرا بھی ہلتی جلتی نہ تھی۔ نہ کوئی بات کرتی تھی۔ ایسے محسوس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتا تھا جیسے وہ ہم سب کو بھول کر موتیوں سے کھیلنے میں مشغول ہو
یہ حالت دیکھ کر میری بیوی کی آنکھوں سے بھی موتی پھوٹنے لگتے۔ وہ شاید
ان موتیوں کا لالچ دیکر میری اپنی بچی کو بہلانا چاہتی تھی۔ میں ہنس
دیتا۔ اُسے سمجھاتا۔ میری بچی مجھے نہیں بھول سکتی۔ کبھی نہیں بھول سکتی
کیونکہ میری روح اُس میں مُقید ہے۔ یہ بندھن ٹوٹتا نہیں۔ یہ ہم سے
نہیں روٹھ سکتی۔ روٹھ جائے گی تو میری زندگی مجھ سے روٹھ جائیگی
اور میری اپنی بچی ایسا نہیں کر سکتی...... ایسا نہیں کر سکتی۔ میری اپنی
بچی ہے نا..... لے دیکھ۔ اس کی طبیعت ٹھیک ہو رہی ہے۔ سانس
بھی بغیر رُکے آ رہا ہے۔ حوصلہ تنگ نہ کر..... دیکھ میں تو
نہیں رو رہا ہوں۔ یہ تو جاگتے رہنے کی وجہ سے آنکھوں میں
پانی بھر آرہا ہے۔ بھلا روتا تو تم سے یوں ہنس ہنس کے باتیں کیسے
کرتا۔ لے چپ بھی رہ... وہ سونے لگی ہے۔

——— آدھی رات کا وقت تھا شاید۔ گذرتے لمحات کا
احساس ہی نہ تھا مجھے۔ جیسے ساری کائینات ایک نقطے پر جم گئی تھی میں
اپنی بچی کے پیروں کے پاس بیٹھا اُسے دیکھتا جا رہا تھا اور سوچتا
جا رہا تھا کہ دُنیا اتنی ظالم نہیں۔ اِتنی تنگ دل نہیں کہ اِس ننھی سی
جان کو تسل دے ۔ اِس نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کوئی قصور
نہیں کیا ہے۔ کسی کا دِل نہیں دُکھایا ہے۔ یہ معصوم تو برف کی
طرح بے داغ ... ہوا کی طرح نرمل ہے۔ پانی کی طرح شیتل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ اِس کا پھولوں جیسا بدن کبھی کانٹا نہ بن پایا۔ اِس کی میٹھی مسکراہٹ
میں کوئی زہر نہیں۔ اِس کی کسی حرکت کسی جنبش میں کوئی فریب
نہیں۔ واقعی دُنیا اِتنی کٹھور نہیں کہ اپنی اندھیری پرچھائیں اِس
کی معصومیت پہ پھیلائے۔ میں سوچتا جا رہا تھا اور اُسے دیکھتا جا رہا
تھا۔ وہ سوئی پڑی مسکرا رہی تھی۔ اُس کے ہونٹ سُکڑ اور پھیل
رہے تھے۔ جیسے باتیں کر رہی ہو۔ شاید سپنے میں مجھی سے کچھ کہہ رہی تھی
اپنی میٹھی توتلی کلکاریاں کر رہی ہوگی۔ مست پھولوں سے کھیل رہی
ہوگی۔ اونگھتے اونگھتے میں بھی اُس کے ساتھ گھومنے لگا۔ کبھی
ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں پہ اور کبھی سمندر کی نیلگوں تہہ میں.....
دفعتاً میرا اپنا سپنا ٹوٹ گیا۔ میری نیند ٹوٹ گئی۔ میری آنکھیں
کھُل گئیں۔

______ کمرے کے طاق پہ رکھا دیا ہولے ہولے جل رہا تھا
دئیے کے عین نیچے میری بیوی میری اپنی بچی پہ گری پڑی تھی۔ اُس
کی سسکیاں کمرے کے اندھیروں سے لڑ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں
موتیوں کی لڑی ٹوٹی پڑی تھی اور موتی ایک ایک کر کے پھٹے لحاف
پہ گرتے جا رہے تھے اور میں دروازے کی درز سے پیٹھ لگائے بیٹھا
اندھیرے کو چیرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ان اندھیروں میں میری
مشعل بُجھ گئی تھی۔ میری چار برس کی ریاضت ڈوب گئی تھی۔ مجھے کوئی
راہ سُجھائی نہ دے رہی تھی۔ میرا وجود کائینات کے ذرے ذرے کی جستجو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کر رہا تھا۔ ایک ایک نقطے کو ٹٹول رہا تھا..... کاش راستے کے کسی پتھر سے کسی کانٹے سے ہی الجھ پڑوں..... کاش کوئی نشان مل جائے مجھے اس دشوار راستے کا۔ نہ کہیں بادلوں کی گرج تھی نہ کہیں بجلیوں کی کڑک..... نہ کوئی ہوا کا جھونکا ہی دئے کی لَو کو کپکپا رہا تھا چہار طرف خاموشی چھائی تھی۔ موت کی طرح گہری قبرستان جیسی ہیبت خاموشی ::

FINESH

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"جُوتے......................"

شیخ بہادر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

——— جیٹھ اشٹمی کا تیوہار تھا۔ تولہ مولہ گاؤں میں واقع بھوانی کے مندر پر یاتریوں کے ٹھٹھ لگے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے سارا کشمیر بھوانی دیوی کی عقیدت میں اُمڈ آیا ہے۔ چاروں طرف دھکم دھکا..... ریل پیل پولیس کا انتظام ہو کر بھی اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل تھا۔ یاتری..... دیوی کے دھیان میں مگن اِدھر اُدھر گھومتے پھر رہے تھے۔ ایک دیوی اور ہزاروں پجاری..... کس کس کی خوشی پوری کرے۔ سیٹھ بنیئے اور ٹھیکہ دار رنگ برنگی کاروں میں سے اُتر کر ننگے پیروں پتھریلی سڑک پہ ٹھٹھک ٹھٹھک کر مندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ نازک پاؤں شاید پتھر کی چبھن برداشت نہ کر رہے تھے۔ یا شاید اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں دیوی کی نگاہیں یاتریوں کے ہجوم میں سے گذر کر اُن کی موٹروں پہ نہ ٹک جائیں۔ پھر شاید یا ٹھیکہ نہ ملے یا وہ نئے ماڈل کی کار نہ خرید سکیں۔ سادھوؤں کے غول رنگ برنگ دھڑنگ، عریانیت سے بے پرواہ عورتوں اور بچوں کے انبوہ کثیر میں گھوم رہے تھے۔ ملک بھر کے بھکاری سڑک کی دونوں جانب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنے کے لئے دونوں طرف دُھرنا مارے، بیٹھے چلا چلا کر..... دامن تھام تھام کر یاتریوں سے دان مانگ رہے تھے۔ بھیک کا لفظ دان میں تبدیل ہو کر ایک نیا معنی دے رہا تھا۔ آس پاس کے گاؤں سے گوالے آ کر دیوی کے نام پر دودھ کے بدلے دودھیا پانی بیچ رہے تھے۔ دیوی پہ چڑھا کر دودھ پوتر تالاب کے پانی میں ہی تو بہتا تھا۔ احاطہ کی ڈیوڑھی کے دونوں طرف حلوائیوں کی دوکانوں پہ ناپنی مٹھائیاں بن رہی تھیں..... بک رہی تھیں اور "تازہ گھی سے بنی مٹھائیاں" کے الفاظ سے مرصع بورڈ شرم کے مارے دہکتی بھٹیوں سے اُبلنے والے دھوئیں میں منہ چھپا رہے تھے ؎

——— اور یاتری اپنی کمزوریوں پہ پردہ ڈالنے کے لئے چلا چلا کر پاٹھ پڑھ رہے تھے۔ رٹے بھجن گا رہے تھے اور اندھا دھند اس سیلاب میں بہتے جا رہے تھے جو ان جسموں کا ملبہ..... منہ پر آیا رام کا نام بھی اُلجھا سا جاتا تھا۔ بڑے بوڑھوں کی تیز نگاہیں دیوی کے پوتر مندر کے بجائے اپنے ننھے لاڈلوں کو زیادہ جانچ رہی تھیں اور شاید دیوی اس خطرناک یلغار سے گھبرا رہی تھی۔ بیچاری دیوی..... سال بھر میں کوئی اکا دکا بھولا بھٹکا اپنے دکھوں سے نڈھال عقیدت کے مارے مندر کے بیٹھے یہاں رات کاٹنے کے لئے آ ہی جاتا تھا۔ پر آج سارا ملک ہی ٹوٹ پڑا تھا اور گرمیوں کی اتنی سخت رات..... ہوں خودغرض یاتری

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

..... چندن کے رنگین ٹیکے لگائے..... ماتھے کی کالک چھپانے کا ایک آسان آزمودہ طریقہ.....

—— آٹھ بج چکے تھے۔ چاند نکلنے والا تھا۔ آرتی ختم ہو گئی تھی۔ دیوی کا سنگھاسن..... شانتی کا کھنڈر یہ پوتر صاف جگہ..... اور یہ شور و غل۔ بکھرے جھوٹے پتے.... برتن و اف کرنے کی مٹی اور راکھ کے ڈھیر..... شاید بھوانی دیوی کی اہمیت بڑھانے کے لئے بھگتوں کی بڑی بھاری قربانی تھی۔ سیٹھ دینا ناتھ لوہے کے جنگلے سے ٹیک لگائے دھنت جی سے چاولوں کے بھاؤ پر تبصرہ کر رہے تھے اور غیر ارادی طور پر مندر کی اور پھول پھینکے جا رہے تھے۔ گو دیوی کا مندر کوئی سو گز کی دوری پر تھا۔ پھر بھی یہ کیا کم تھا کہ سیٹھ جی اپنے بھاری بھرکم ہاتھوں کو تکلیف دیکر پھول پھینک رہے تھے! اور مہنت جی سیٹھ جی کی بچہ تھی جوان بیوی پہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ کیوں جلدی چائے نہیں بنا پائی۔ پاس رکھے سماوار میں سے چائے کی ہلکی ہلکی خوشبو نے اُن کی بھوک کو بہت تیز کر دیا تھا۔ یہی حال رہا تو وہ اتنے سارے بھگتوں کی چائے پی کر انہیں بھگتی دکھانے اور پُن حاصل کرنے کا موقعہ کیوں کر دے سکتے تھے؛

—— عدالت کا کلرک پنڈت شمبھو ناتھ ہاتھ میں پھیرنے کی ایک خوب صورت مالا لئے من ہی من میں حساب لگا رہا تھا۔ آج اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کل کی نجی کمائی تو بالکل ضایع ہو گئی تھی کیوں کہ دو دن کی چھٹی لینے پر بیوی نے مجبور کیا تھا۔ آنے جانے پر بھی ویسے دس پندرہ روپے کی چوٹ آ ہی گئی۔ اُنہوں نے بہت کہا تھا بیوی سے کہ اری نیک بخت! اپنا من صاف ہونا چاہیئے۔ دیوی تو ہر جگہ موجود ہے تیوہار گھر پر ہی منائیں گے۔ پر وہ مانتی بھی۔ اُس نے نیا فرن جو دکھانا تھا دُنیا کو۔ اور ویسے سُنا ہے ہونے والا سمندھی بھی یہاں آیا ہوا ہے۔ بیوی کا نیا فرن اور ٹھاٹھ دیکھ کر جہیز دینے میں کوتاہی نہیں کریگا۔ شمبھو ناتھ سوچتا جاتا تھا اور مالا پھیرتا جاتا تھا۔ یہ مالا سال بھر ریشم کے تھیلے میں بند اُن کی بیوی کے خاص صندوق میں پڑی رہتی تھی۔ صرف خاص خاص موقعوں پر ہی استعمال کی جاتی تھی۔

——— رامو نانوائی کو بہت افسوس آ رہا تھا۔ واقعی افسوس کرنے کی بات بھی تھی۔ آج چھ سال کے بعد وہ پہلی بار احاطے کے اندر بیٹھا وقت ضایع کر رہا تھا۔ نہیں تو اُس کا "شدھ گھی سے بنی مٹھائیاں" کے الفاظ سے مرصع بورڈ باہر حلوائیوں کی دوکانوں کے اجتماع میں اپنی پوری آب و تاب سے عیاں ہوتا۔ چھ سال لگاتار اُس کی بھی دوکان احاطے کے باہر جمی رہتی تھی۔ اس سال ٹھیکہ دار سالے نے دوکان کرایہ پر دینے سے انکار کیا تھا نہیں تو اس سال بھی خوب کمائی ہوتی...... خراب آٹے کی سات آٹھ بوریاں بچا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رکھی تھیں۔ اُس نے..... آج یہاں چلی جائیں..... خیر دیوی کی کرپا ہو گی تو اگلے سال..... اور رامو نانوائی نے ہاتھ میں پڑی ہوئی سوندھی میٹھی نرم پُونڈی پہ زور سے مُنہ مارا۔

رمیش اندر والے احاطے کے پاس کنڈھے پر کمبل لٹکائے کھڑا کانپ رہا تھا اور ساتھ ساتھ ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھتا جا رہا تھا۔ کیا معلوم اوما نظر آئے یا اوما کا باپ یا بھائی ہی ملے تو اُن کے ٹھکانے کا پتہ مل جائے۔ یقیناً اُسے دیر ہوئی تھی آنے میں۔ اوما نے تو تاکید کی تھی۔ آج اُن کی زندگیوں کا فیصلہ تھا نا اور تولہ مولہ کے پوتر استھان کے برابر اور کوئی جگہ نہ تھی۔ بڑے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ جیٹھ اشٹمی کی رات دیوی خود بھی ایک یاتری کا بھیس دھارن کر کے یاتریوں میں گھومتی پھرتی ہے اور من کی کامنائیں پوری کرتی ہے۔ آرتی ختم ہو گئی تھی۔ رمیش کو ان باتوں پر زیادہ وشواس نہ تھا۔ پر اوما کو تھا۔ عورت ذات تھی نا۔ اس لئے رمیش کو بھی یقین کرنا پڑتا تھا۔ وہ اوما سے کسی طور ملنا چاہتا تھا اور اس بھیڑ میں اوما کو ڈھونڈنا..... وہ ٹھٹھک گیا۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ سامنے بھیڑ میں دو لڑکیاں چلی آ رہی تھیں۔ داہنے ہاتھ والی لڑکی تو اوما لگتی تھی۔ لڑکیاں نزدیک پہنچ گئیں اور مایوسی کی لہر نے اُس کے تمتماتے گالوں پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ داہنے ہاتھ والی لڑکی اندھیرے میں بالکل اوما جیسی لگتی تھی۔ وہی پھیلے ہوئے بال..... وہی بھرا بھرا جسم.....

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وہی تیکھی چال ..... لڑکیاں اُس پر اُچٹتی سی نگاہ ڈال کر اندر احاطے کی طرف بڑھیں اور وہ تھوڑی دیر اوما کو بھول کر اِن لڑکیوں کی چال ڈھال میں اُلجھ سا گیا۔ لڑکیاں احاطے میں گم ہو گئیں اور وہ چونک پڑا۔ ندامت کی ہلکی پرچھائیں اُس کے چہرے پر پھیل گئیں اور ٹانگوں میں تھکن تیزی سے اُبھری۔ اُسے محسوس ہوا کہ وہ بہت تھک گیا ہے۔ اِس لئے اُسے کہیں آرام سے بیٹھنا چاہیئے۔ نہیں تو وہ کل صبح اٹھارہ میل کی مسافت طے نہیں کر سکتا۔

—— اوما ماں باپ اور دو چھوٹے بھائیوں کے بیچ گھری بڑی بے چین تھی۔ اُس کا دل ڈوب رہا تھا۔ یقین نہ آتا تھا کہ رمیش سے اِسی بھیڑ بھاڑ میں ملاقات ہو گی۔ ملاقات نہ ہو گی تو اس کے بہت سارے سپنے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔ میٹھے میٹھے رنگین ...... تاندگی سے کچھ سپنے جنہیں غیر ارادی طور پر اس نے اس تہوار کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔ پھل پھول وغیرہ لانے کے بہانے وہ کئی بار پھاٹک تک گھوم آئی تھی۔ اُس کی نگاہیں بار بار اِدھر اُدھر طواف کر رہی تھیں اور بار بار ڈانٹی جا رہی تھی " بیٹی اوما ..... جلدی چائے بناؤ ..... بھوک لگ رہی ہے " چھونک مارتے ہوئے بھی وہ ایک نظر اِدھر اُدھر پھیر ہی دیتی اور مایوس ہو کر پاس ہی بیٹھے نوجوانوں کی جھرمٹ پر گاڑھ دیتی۔ جو کوئی فلمی گانا لہک لہک کر گا رہے تھے۔ گانے کے انداز میں بھگتی سے زیادہ مزاح کا عنصر غالب تھا۔ تالیوں کی آواز کے ساتھ ساتھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اوما کے دل کی دھڑکنیں بھی ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتیں۔ ایک نوجوان گورا گورا سا..... سر کو بھجن کی تال کے ساتھ ساتھ ہلائے جاتا تھا اوما نے محسوس کیا کہ جب کبھی وہ اس جھرمٹ کو اور دیکھتی ہے تو اس نوجوان کی نگاہیں اس سے چار ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔ نوجوان کے سر کی جنبش میں شاید اشارے پنہاں تھے اور وہ گھبرا کر سر پھیر لیتی۔ لیکن دل میں خلش ابھر آتی اور وہ پھر سر پھیر کر اس کے گورے چٹے ماتھے پر گاڑھنے پر مجبور ہو جاتی۔ جہاں گھنگھریالے بالوں کی لٹ بڑے بھلے انداز میں پریشان تھی۔

——— رمیش کا ہاتھ پتلون کی جیب میں چاندی کے کچھ سکوں کی موجودگی کو واضح کر رہا تھا۔ یہ روپے وہ ماں سے لڑ جھگڑ کر حاصل کر چکا تھا۔ ماں نے تو پہلے انکار کیا تھا۔ پر تولہ مولہ کا ذکر سن کر وہ آمادہ ہو گئی تھی۔ وہ خود بھی تولہ مولہ منایا کرتی تھی۔ لڑکیاں بڑی ہو گئی تھیں نا اس کی۔ اس لئے ہر منگل اور سنیچر کو ایک ایک آنے کا دیا جلایا کرتی تھی۔ تولہ مولہ کا ذکر سن کر اس نے رمیش کو ۵ روپے دئے تھے اور ساتھ میں تاکید کر دی کہ گھر کے ہر فرد کے نام کا ایک ایک دیا جلائے۔ رمیش کو ماں کی سادگی پر رحم سا آگیا تھا۔ جی چاہا تھا کہہ دے کہ وہ دیپ جلانے نہیں بلکہ اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے جا رہا ہے اور شاید یہ فیصلہ تمہارے بہت سارے ارمان چکنا چور کر کے رکھ دے اور پھر تم شاید مجھے دیپ جلانے کے لئے ایک نیا پیسہ بھی نہ دو۔ پر اسے بہت جلدی تھی۔ ویسے ہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فلم دیکھنے کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی اُسے تو یاد ہی نہیں رہا تھا اپنا وعدہ اُوما سے تو وعدہ کیا تھا کہ جیٹھ اشٹمی کے دن نولہ مولہ میں دیوی کے ستھان پر ہنومان جی کے مندر میں آرتی کے بعد انتظار کرے گا۔ اس لئے ماں سے چھٹکارا پانے کے لئے اُس نے اندھا دُھند دیپ جلانے کی حامی بھر لی تھی۔ اور اب وہ پر اٹھارہ لمبے کٹھن میل سائیکل پر طے کر کے احاطے کے اِرد گرد لگے لوہے کے جنگلے پر آویزاں بورڈ کو دیکھ رہا تھا۔ بورڈ پر جلی حروف میں انگریزی اُردو اور ہندی تینوں زبانوں میں لکھا تھا "احاطے کے اندر جوتے لے جانے منع ہیں" اور احاطے کے آخری کونے پر ہنومان کا مندر تھا۔ جہاں اُس نے اوما سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ کندھے پر کمبل کو سنبھال کر اُس نے جیب میں سے ہاتھ نکالا اور جوتے کھولنے لگا۔ جھکتے ہی تھکن کی تیز ٹیسیں اُس کی کمر میں رواں ہو گئیں۔ کمبل اُتار کے اُس نے جوتے چھپا لئے اور احاطے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے جھجھک سا گیا۔ اس پوتر جگہ میں جوتے نہیں لے جانے چاہئیں۔ احاطے میں براجمان یہ سب یاتری بیوقوف نہیں۔ پر بغل سے ایک کتا دوڑتا ہوا احاطے میں گھسا۔ کسی نے کتے کو کچھ نہیں کہا۔ رمیش کو اپنی بزدلی پہ ہنسی آئی اور دوسرے لمحے وہ احاطے کے اندر بے دھڑک گھس گیا۔

———— نوجوانوں کا جمگھٹ بھجن گا گا کے اب تھک چکا تھا اُنہوں نے اُٹھ کر دری جھاڑی۔ دری کی ساری گرد اِرد گرد بیٹھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لوگوں پر پرواز کرنے لگی۔ دری پھر سے بچھا کر ہر ایک نے اپنا
کمبل بچھایا۔ تکیوں کی جگہ کوٹ وغیرہ نے لی۔ اُن کی دیکھا دیکھی ہر
طرف دریاں جھاڑنے اور برتن سنبھالنے کی دوسی دوڑ گئی۔ دیکھتے
دیکھتے گرد کے ہلکے بادل منگجے میں تیرنے لگے۔ لوگ لیٹتے تو لیٹ گئے
پر اتنے شور و شرار اور آدمیوں کے جم غفیر میں نیند کہاں۔ بحث چھڑنے
لگے۔ دبا کہاں ہونے لگے۔ چھوٹے چھوٹے بھائی بہن لڑنے لگے
دودھ پیتے بچے رونے لگے۔ دیپوں کی مدہم روشنی میں لیٹے
لوگ گرے سے شہتیر سے لگ رہے تھے۔ گوشت پوست کے بے
ڈھنگے لوتھڑے سے جو نہ جانے کس انجانی طاقت کے سہارے ہل
رہے تھے۔ رمیش کو عجیب سا لگا۔ ان مبہم صورتوں میں اُسے آج
نئی جھلک سی نظر آئی۔ اندھیرے میں ملبوس، ظاہر کی حدوں سے
بے نیاز، زندگی کو ہنستے دیکھ کر وہ گھبرا اُٹھا۔ زندگی کا یہ رُخ اُس
کے لئے بالکل نیا تھا۔ پہلے اُس نے کبھی ایسے محسوس نہ کیا تھا۔ شاید اپنے
سینے میں زندگی کی کروٹ کا اثر ہو۔ وہ بہت مرعوب ہوا۔ سامنے
دیوی کا مندر چاروں تلے روشنی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔
جیسے دُور کسی ویرانے میں آگ کا الاؤ روشن ہو۔ قریباً ٹھنڈی پڑ گئی
تھی احاطے میں پھیلے ہوئے ان گنت دیپ ایک ایک کر کے بجھ رہے
تھے۔ اِس گھٹور اندھیرے میں دیوی کا روشن مندر مشعلِ راہ سا
دکھ رہا تھا۔ اُس کا سر وقتی عقیدت کے بوجھ تلے جھک گیا اور وہ جلدی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جلدی لیٹے پانڈیوں سے پیر بچا بچا کر احاطے کو پار کرنے لگا۔ دُور کونے میں ہنومان جی کا مندر اُس کی منزل تھی ۔

——— اندرا نے چائے بنا کر سب کو پلا دی۔ لیکن خود ایک گھونٹ نہ پی سکی۔ گرم گرم سوندھی پوری بھی اُسے کوئی ترغیب نہ دے سکی۔ دل تو بہت چاہتا تھا کہ ایک پوری ہی کھالے۔ پر آنے والے واقعات کے تصور نے ساری بھوک مٹا دی تھی۔ سہمی سہمی نگاہیں ماں باپ کی اور اُٹھتیں کہ کہیں اُنہیں اُس کے دل کی حالت کا پتہ نہ چل گیا ہو۔ پر اُس کے ماں باپ اِس طوفان سے بے خبر نوجوانوں کے جھرمٹ سے آتی ہوئی آوازوں پر دھیان دینے پر مجبور تھے اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ نوجوانوں میں بڑے زور کی بحث چل رہی تھی۔ ایک منچلا پاٹھ کو دُہرا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔ پاٹھ میں لکھا ہے :-

"تھمی دماتا چہ پتا تھمی ؤ تھمی ؤ بندھو چہ سکھا گرو تھمی ؤ۔ تھمی ودیا درونم تھمی ؤ تھمی ؤ سروم مم دیو دیو"

مطلب یہ کہ پربھو تم میرے گورو ہو..... باپ ہو..... ماں ہو..... بہن بھائی ہو..... سب کچھ ہو تمہیں ہو..... درست ہے پر یہ کیوں نہیں لکھا ہے کہ بیوی بھی تمہیں ہو۔ کیا بیوی اتنی بُری چیز ہے"۔ اور دوسرا سر پھرا اُسے ڈانٹ رہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں کے استھاپن پر ایسی باتیں نہیں سوچنی چاہئیں۔ اِرد گرد بیٹھے بزرگ صدیوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پڑے اپنے پاٹھ کے ہر نئے معنی پا کر لو کھلا رہے تھے اور چاہ رہے
تھے کہ کم از کم یہ لفنگے اُن کے بچّوں کے سامنے یہ بحث جاری نہ
رکھیں پھر تو بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائیگا۔ اوما بھی بحث
سُن رہی تھی اور ان نوجوانوں کے چھچھورے پن پر دل ہی دل میں
ہنس رہی تھی۔ نرے بیوقوف تھے وہ سب۔ اُن کا وجود زندگی کی
رنگی چنی حرکتوں میں اُبھار رہا ہے۔ کبھی کبھار بھڑک بھی اُٹھتے
ہیں تو انہیں حدود میں ٹھکیتے رہتے ہیں۔ تولہ مولہ بھی تو ان ہی
حدود کی ایک کڑی ہے۔ بیوقوف! اوما کی دلچسپی ختم ہو گئی۔
کافی دیر ہو گئی آرتی کو..... ہو سکتا ہے رمیش آ گیا ہو اور ہنومان
مندر کے پاس اُس کا انتظار کر رہا ہو۔ اپنی حدود کی کڑیوں کو
توڑنے کے لئے اُس کی امداد کا منتظر ہو۔ وہ اگر نہ جائے تو
اتنی عام سی جگہ پہ اتنی خطرناک بات..... وہ کیسے جائے..... کیونکہ
جائے..... لیکن اُسے جانا چاہیئے..... ایک دفعہ قدم بڑھایا تو خود
بخود آگے بڑھتی جائے گی۔ ایک کڑی ٹوٹنے سے ساری زنجیر
ٹوٹ جائے گی۔ رمیش اس کی راہ تک رہا ہو گا۔ فیصلہ کر کے وہ
اُٹھی۔ بیتا نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے جانچا اور وہ یہ کہتے ہوئے
اُس سے دور ہونے لگی "میں ذرا مندر کے پھیرے لگا آؤں
پتا جی"۔

——— رمیش ہنومان مندر کے سامنے پہنچ گیا۔ چھوٹے سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مندر میں ہنومان کی اتنی بڑی لال مورتی بھیانک لگ رہی تھی جیسے مندر میں مورتی نہیں، شعلہ لپک رہا ہو۔ مندر پجاریوں کے سائے میں جکڑا سا محسوس ہوتا تھا۔ بھی یہ کونہ یاتریوں سے خالی تھا۔ اگر مندر کے ذرا اُس طرف ایک دوکاندار چٹائی پر بیٹھا اپنے سامنے لکڑی کا صندوق رکھ کے دوکان پھیلائے نہ بیٹھا ہوتا تو یقیناً مندر سنسان ہوتا۔ رمیش اوما کے انتخاب کی داد دئے بغیر نہ رہ سکا۔ نہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ...... نہ کسی یاتری کی جانچتی نگاہیں نہ کسی مہنت کا ڈر..... بس وہ دو ہوں گے اور ایک بھگوان۔ ..... بھگوان ہنومان..... طاقت کا سرچشمہ...... بہادری کا پتلا۔ جس کے سامنے وہ ایک دوسرے کے ہوجانے کا وچن لے رہے تھے تاکہ دنیا کے تھپیڑوں کا مقابلہ اکٹھے کر سکیں۔ کاش وہ بھی ہنومان ہوتا تو شاید دنیا بھر کے راون اُس کے سامنے جھک جاتے..... کاش.....

اور وہ ساتھ ہی اس مضحکہ خیز سوچ پر ہنس پڑا۔ وہ اگر ہنومان ہوتا تو اوما اُس میں کبھی اتنی دلچسپی نہ لیتی۔ اُس کی صورت دیکھ کر عقیدت دکھا تو دیتی پر اُس سے محبت نہ کرتی۔ اوما اُس سے محبت نہ کرتی تو پھر اس ساری دنیا میں کچھ بھی تو نہیں تھا اُس کے لئے۔ رمیش کو یقین تھا کہ اوما کی خاطر وہ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی ٹھکرا سکتا ہے۔ اوما کو پانے کے لئے دنیا کی ہر طاقت سے ٹکر لینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اوما کو تو وہ بدلی ہوجان

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے جا رہا تھا۔ اور اوما..... اوہ..... ابھی آئی نہیں..... کہیں بھول تو نہیں گئی..... بدھو کہیں کا۔ بھلا عورت اپنے پیار کو کبھی بھول سکتی ہے۔ مرد چاہے بھول بھی جائے۔ آ رہی ہو گی۔ یہیں کسی روایات میں اُلجھ گئی ہو گی..... دفعتاً وہ رُک گیا۔ اُوما کے متعلق سوچنے سے اُسے حسبِ معمول تسکین نہ مل رہی تھی مبہم خطرے کا احساس واضح ہو رہا تھا۔ اُسے زیادہ نہ سوچنا چاہیئے بلکہ کچھ کھا پی کر رات بھر رہنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ بھوک تو جان نکالنے پر تُلی محسوس ہو رہی تھی لیکن اس پاپ کی گٹھڑی کو کہاں کہاں اُٹھاتا پھرے۔ کمبل تو وہ اوڑھ سکتا تھا۔ پر جوتے کہاں رکھے۔ یکایک وہ ٹھٹھک گیا۔ ایک عجیب سا خیال اُس کے ذہن میں جاگزین ہوا۔ گھبرا کے اُس نے ذرا دور بیٹھے دوکاندار کی اور دیکھا۔ دوکاندار اُس کی موجودگی سے بے نیاز مٹی کے دیپوں میں گھی اور بتی سنوار رہا تھا۔ رمیش کا ڈر کچھ کچھ زائل ہو گیا۔ وہ مندر کے اندر چلا گیا۔ جلدی سے اُس نے کمبل میں سے جوتے نکال کر ہنومان کی مورتی کے پیچھے چھپائے۔ کمبل کو کندھے پر ڈال کر وہ مورتی کے سامنے پڑے پھول اور چاول کے دانے صاف کرنے میں مشغول ہوا۔ کسی نے دیکھ بھی لیا ہو گا تو سمجھے بھگت مورتی کی صفائی کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر اپنا اطمینان کر کے وہ باہر نکل آیا۔ ہاتھ باسی پھولوں اور سڑے چاولوں کے دانوں سے بھرے پڑے تھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوکاندار کے سامنے گذرتے ہوئے دوکاندار خود ہی بول پڑا۔

" شاباش بیٹے..... بھگوان اس سیوا کا پھل ضرور دیں گے۔ دیپ بھی جلا لو..... امتحان میں ضرور پاس ہو جاؤ گے"۔

اُبھرتی ہنسی کو زبردستی چھپاتے ہوئے رمیش نے جواب دیا "ہاتھ مُنہ دھو آؤں پنڈت جی..... تب دیا بھی جلاؤں گا"۔ اور وہ خوش خوش حلوائیوں کی دوکانوں کے اور چلا جہاں سے اُبلتے گھی کی خوشبو آ کر پیٹ میں آگ سی لگا رہی تھی۔

——— ہنومان مندر کی اور بڑھتے ہوئے اوما کے دل میں ہزاروں وسوسے اُبھر رہے تھے۔ ذہن میں بے شمار سوال گونج رہے تھے۔ اب تک جو کچھ ہوتا آیا تھا وہ اپنے محلے کے گلی کوچوں یا کالج کے باغ باغیچوں تک ہی محدود تھا۔ پر آج تو یہ آگ اس پوتر جگہ تک پھیلنے لگی تھی۔ اس کی لپٹیں نہ معلوم کس کس کو جھلس دیں گی۔ کس کس کو جلا کر راکھ کر ڈالے گی۔ کیا معلوم ماں نے کتنی کتنی آشاؤں کو پروان چڑھایا ہوگا۔ پتاجی کے دل میں کیسی کیسی امنگیں کروٹیں لے رہی ہوں گی۔ چھوٹے بھائیوں کی کتنی توقعات اس سے وابستہ ہوں گی۔ کون جانے یہ قدم اُٹھانے سے کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے سارے خاندان کو روندنا پڑے۔ اسے آگے نہ بڑھنا چاہیئے بلکہ ایک شریف خاندان کی کنواری لڑکی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوکر شرم و حیا سے گھل گھل کر مرجانا چاہیئے۔ اُس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ جی چاہ رہا تھا کہ واپس چلا جائے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا تھا.... پر رمیش بیچارہ ...... وہ انتظار کرتا رہیگا۔ کاش اُس نے رمیش سے یہاں ملنے کا وعدہ نہ لیا ہوتا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو کر رہ جاتا۔ جلدی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خود کو تو وہ جکڑا ہی پا رہی تھی۔ اب رمیش کو بھی جکڑنا چاہتی تھی۔ اُسے حق نہیں رمیش پر یہ پابندی عاید کرنے کا۔ ہے بھگوان..... کاش رمیش یہاں آنا بھول جائے تو شاید اُسے سوچنے کی کچھ اور مہلت مل جائے۔ پر بھو ..... رمیش نہ آجائے ..... رمیش نہ آجائے۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی بھیڑ میں سے بڑھ رہی تھی۔ قدم آگے بڑھ بھی رہے تھے اور آگے بڑھنے سے ہچکچا بھی رہے تھے۔ عجیب مخمصے میں جان پھنسی محسوس ہو رہی تھی۔ مندر نزدیک آ رہا تھا۔ سینے میں دل بلیوں اُچھل رہا تھا۔ مندر کے اِس طرف دوکاندار بدستور پھول بیچ بھی اور بھی جا رہا تھا۔ اندرا کو مندر کی اور جاتے ہوئے ڈر محسوس ہونے لگا۔ دوکاندار کے پاس تو ٹانگوں نے بالکل ہی جواب دے دیا۔

"کیا چاہیئے؟" دوکاندار نے پوچھا۔

"دو دیپ" اندرا کے منہ سے نکل گیا۔ "مندر میں جلانے کے لئے"

وہ جھنجھلا اُٹھی۔ کیا ضرورت تھی صفائی پیش کرنے کی۔ دیپ تو مندر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں جلانے کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں۔

"یہ لو..... ہم آئے" دوکاندار نے دیپ بڑھائے۔ رومال کی گانٹھ سے پیسے نکالتے وقت اُس کی انگلیاں بُری طرح اُلجھ گئیں۔ وہ تو شکر تھا دیوی کا کہ اندھیرا کافی تھا۔ ورنہ دوکاندار ضرور مشکوک ہو جاتا۔ پیسے دے کر اُس نے دیپ لے لئے۔ جی چاہا دیپ لے کر سیدھی ماں باپ کے پاس واپس لوٹے۔ یہ ہنومان مندر تو سامنے تھا۔ شاید رمیش مندر کے اندھیرے میں اُسے جانچ رہا ہو۔ اس لئے وہ دھڑکتے دھڑکتے مندر کی طرف ہولی۔ دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ ہوک اُٹھ رہی تھی۔ "ہے پربھو..... رمیش آنا بھول جائے..... یہاں آنا بھول جائے"

مندر سُنسان تھا۔ اوما کو تسکین سی ملی۔ یکایک اُسے رونا سا آگیا یقین نہ آتا تھا کہ رمیش اُس کی بات ٹال دیگا۔ وعدے بھول جائیگا اُس کی نگوج کا مذاق اُڑائیگا۔ بہت تاکید کی تھی اُس نے رمیش کو اور رمیش نے اُس کے سر کی قسم بھی کھائی تھی۔ ہرجائی کہیں کا..... رمیش کو جیون ساتھی کی ضرورت نہیں بلکہ کھلونے کی..... مطلبی کہیں کا..... کیا سمجھ رکھا ہے۔ اُس نے..... رمیش سے اُسے ہرگز یہ امید نہ تھی۔ وہ مندر کے سامنے گم سم ہنومان کی مورتی کو تک رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ دیپوں کو اُٹھا کر زمین پر دے مارے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے لیکن کوئی دیکھ لے گا تو..... بے خیالی میں اُس کی نگاہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دوکاندار کی طرف مڑیں اور اس کے ہاتھوں سے دیپ گر گئے پیچھے
دوکاندار کے سامنے سے رمیش کندھے پر کمبل لٹکائے ہاتھوں میں دو
بڑے بڑے دیپ لئے آ رہا تھا۔ اُوما کچھ کہنے کے لئے الفاظ ڈھونڈنے لگی۔ جذبات کے ہیجان نے اُس کا ذہن بالکل سُن
کر کے رکھ دیا۔ وہ خوش ہو جائے کہ روئے وہ فیصلہ نہ کر پائی۔
رمیش اُس کے پاس رکا نہیں بلکہ سیدھا مندر کے اندر گھس گیا۔ اور وہ غیر ارادی طور پر مڑ کر اُس کی پیٹھ کو گھورنے لگی۔ رمیش نے
اندر پہنچ کر دیپ زمین پر رکھ دئے اور مُنہ پھیرے بغیر سرگوشی کی " اندر آؤ اوما۔۔۔۔ دوکاندار کو شک نہ ہو"
رہ جانے کیا جادو تھا۔ رمیش کی آوازیں اُس کے سارے ڈر دور ہو گئے۔ محسوس ہو رہا تھا کہ رمیش اُس سے جان بھی مانگ لے تو وہ
انکار نہ کر سکے گی۔ رمیش کا وجود نہ معلوم اُس کے جیون کے کن کن تاروں کو چھیڑتا تھا۔ محبت کے نغمے خود بخود اُس کی رگ رگ سے
پھوٹ پڑتے تھے۔ اُس کے قدم تاریک مندر کی اور بڑھے۔ رمیش کے قُرب سے اُس کا رُواں رُواں کانپ رہا تھا۔
"ڈر رہی ہو۔؟" رمیش نے پوچھا۔ وہ کچھ نہ بول سکی صرف سر ہلا سکی۔
"تو بیٹھ جاؤ۔۔۔۔ میں دئے جلا لوں۔۔۔۔ ہاں یوں۔۔۔۔ تنگی۔۔۔۔ جگہ کم ہے یہاں۔" رمیش نے اُسے بٹھاتے ہوئے کہا۔ انگ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے رنگ چھوتے ہی وہ کھو گئی۔ دونوں ایک ساتھ بیٹھے کندھے سے کندھا ٹکرا رہا تھا۔ رمیش نے دیپ جلائے۔ دیپوں کی روشنی میں مورتی زیادہ بھیانک نہ لگ رہی تھی رمیش نے ادما کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ یقین نہ آتا تھا کہ یہ نرم نرم گرم گرم نازک ہاتھ اُس کا اپنا ہے اُسے عجیب سی لذت کا احساس ہوا۔ یہ لذت گرمی کی لہر کی طرح ممندر کے چاروں اور پھیلنے لگی۔ اُس کے بند بند میں رچنے لگی وفور جذبات نے اُس کے ہونٹ ڈھیلے کر دئے۔

"کہدو اُدما.... کہدو..... ہے بھگوان..... ہم تمہارے سامنے سوگندھ کھاتے ہیں کہ مرتے دم تک ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے ... کہدو ادما... دُنیا کی کوئی طاقت..... ماں باپ کی بندشیں..... سماج کے قانون ہم کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ جو کوئی مشکل آئے گی ہم ایک ساتھ اُس کا مقابلہ کریں گے۔ ہم دُنیا کی ہر ایک چوٹ .... ہنس کر سہہ لیں گے.... ہم ایک دوسرے سے....."

رمیش کی آواز جذبات سے پُر تھی۔ ادما کے ذہن پر کاری ضربیں پڑنے لگیں۔ وہ سہہ نہ سکی۔ رمیش کی میٹھی میٹھی سرگوشی مندر میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ بہت تیز ارتعاش پیدا کرنے لگی حتیٰ کہ ہنومان کی مورتی ڈولنے لگی۔ مورتی کی پرچھائیں ڈولنے لگی اور وہ خود بری طرح سے ڈولنے لگی۔ اُس نے رمیش کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہاتھ کو زور سے کھینچ لیا۔ اُس کا سر ڈھلک کر رمیش کے کندھے سے آ لگا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ مندر میں پیار و محبت کا سوتا پھوٹ پڑا۔ اُس کا سارا بدن ڈھیلا ہو کر رمیش پر آ گرا۔ رمیش کو رحم سا آ گیا۔ سہمی سمٹائی اوما کتنی چھوٹی لگ رہی تھی۔ بالکل ننھی منھی گڑیا جیسی...... بے بس..... کمزور..... یہ چھوٹی سی جان..... اُس کے سہارے جی رہی تھی۔ محسوس ہوتے ہی غرور اور ادی کی لہر اُس کے وجود میں بھر نے لگی اور اُس کے اندر بے تحاشہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی طور اس ننھی منھی گڑیا کو چھپائے دل کے تاریک پردوں میں چھپا لے۔ تاکہ دُنیا کی بے رحم نگاہیں اس کو جھُلس نہ دیں۔ اُس نے آہستہ سے اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر اوما کو سہارا دیا۔ اور جھُک کر مورتی کے آگے ماتھا لگا لیا ؛

یکایک وہ تڑپ کر اوندھے منہ گرا۔ اوما کی چیخ فضا میں اُبھرنے لگی۔ کسی کا زوردار ہاتھ اُس کی گردن پر آ گرا۔ اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ کسی کی لات کمر پر پڑی وہ مورتی سے جا ٹکرایا وہ جدھر بھی ٹھہرنے کی کوشش کرتا۔ فضا میں سے بجلیاں کڑک کر اُسے چاٹ جاتیں۔ اُس نے جدھر نگاہ اُٹھائی چاہی حقارت سے لبریز نگاہوں نے اُسے چھلنی بنا دیا۔ ہر طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ پولیس کیمپ تک اُس کی بُری حالت ہو گئی۔ نچلا ہونٹ کٹ گیا تھا۔ ناک سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ تمناؤں کی دھجیاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُڑ گئی تھیں۔ بال پریشان مٹی میں لت پت وہ بھوت سا بن گیا تھا۔ کسی منچلے نے کیچڑ کا بھرپور ہاتھ اُس کے چہرے پر پھیر کر اپنی بھگتی کا ثبوت بھی دیا تھا۔ کندھے پر سے کمبل چھینے جانے کے باوجود اُس کے دونوں کندھے جیسے بے انتہا بوجھ تلے جھکے پڑے تھے۔ جوڑ جوڑ میں درد ہو رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا بدن نہیں بلکہ بدن کی جگہ ایک بڑا زخم ہے۔ وہ کیا کرے..... کوئی تو نہیں تھا سہارا دینے کے لئے..... اُس کی ڈھارس بندھانے کے لئے..... جو اُس سے پوچھتا..... اُسے پرکھتا۔ کانٹوں اور ہی ہوئی اس کے پہلو میں..... نہ معلوم ان درندوں نے کیا حال کیا ہوگا۔ اُس بیچاری کا بھی..... اُس کا بس چلے تو بوٹیاں اُڑا دے ان کمینوں کی..... تھانیدار نے لکڑی کا ٹھونگا لگاتے ہوئے اُسے مزید سوچنے کی مہلت نہ دی۔ وہ کیمپ کے اندر چلا گیا۔ تھانیدار نے اُس کا نام پوچھا اُس کا پتہ پوچھ لیا اور بیان لکھنے لگا۔ رمیش کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ جسمانی تکلیف نے اُس کے سوچنے کی طاقت سلب کر دی تھی۔ عجیب بے ڈھنگے ڈر اُس کے ذہن میں منڈلا رہے تھے۔ باپ کا غصہ..... ماں کی آہ و زاری..... چھوٹی کنواری بہن کی اُمیدیں..... جیل..... ہتھکڑی..... بے عزتی..... عمر بھر کے ناسور..... کس لئے..... آخر کس لئے.....

"بولو....." تھانیدار نے اُسے ماں کی گالی دی۔ کوئی شئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُس کے وجود کی گہرائیوں میں تڑاخ سے ٹوٹ گئی۔ اُس کے ہونٹ بے تحاشہ اُبل پڑے۔ "میں امتحان میں پاس ہونے کے لئے پوجا کر رہا تھا..... مجھے معلوم نہیں وہ لڑکی کون ہے؟... میں اُسے نہیں جانتا..... میں جھوٹ نہیں بولتا۔ انسپکٹر صاحب!... میں اس لڑکی کو نہیں جانتا..... نہیں جانتا" اُس کی آنکھوں سے ندامت اور نفرت کے آنسو بہہ نکلے۔ تھانیدار ہنس دیا۔ چھڑی کا بھرپور ہاتھ رمیش کے بدن کو چاٹ گیا اور وہ چپ چاپ چوٹ سہلاتا رہا۔ آنسو نکلتا رہا۔

——— اور کچھ دور ایک ایسے ہی کیمپ میں اوما ماں کے کندھے میں مُنہ چھپائے چُپکے چُپکے رو رہی تھی۔ آنکھوں میں سے کاجل پھیل کر سارے چہرے کو کالا کئے جا رہا تھا۔ بال پریشان تھے۔ ساڑھی کی دھجیاں اُڑ گئی تھیں۔ پیٹھ پہ فراک بھی کئی جگہ پر پھٹ گئی تھی۔ بھوکے کمینے کٹھور ہاتھوں نے اُسے بُری طرح سے نوچا تھا..... ٹٹول ٹٹول کر نوچا تھا۔ انگ انگ سے درد کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ کچھ دور کھڑا اُس کا باپ اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اوما کو معلوم تھا ماں آڑے نہ آجاتی تو باپ اُس کی بوٹیاں اُڑا کے رکھ دیتا۔ تھانیدار کیمپ میں داخل ہوا۔ اوما غیر ارادی طور پہ سمٹ سی گئی۔ اور اوما کے باپ کی نگاہیں سوالیہ نشان بن گئیں۔

"سب ٹھیک کر دیا میں نے" اوما کا باپ آگے بڑھا۔ تھانیدار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے کچھ کھسر پھسر کی۔ ہلکی سی تکرار ہوئی۔ اوما کا باپ گڑگڑایا۔ تھانیدار ہنس گیا۔ کوئی چیز اوما کے باپ کے ہاتھ سے نکل کر تھانیدار کی جیب میں گم ہوگئی۔ تھانیدار نے رجسٹر میں کچھ لکھ کر اوما کی طرف بڑھایا۔ لو دستخط کرلو۔ اوما کی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو رجسٹر ٹیڑھا میڑھا دکھائی دیا۔ رجسٹر پہ کالی سیاہی سے لکھے ہوئے الفاظ لہرا لہرا کر اسے اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے "میں ہنومان مندر کے سامنے سے جارہی تھی کہ مجھ پر حملہ ہوا۔ میں اس لڑکے کو نہیں جانتی..... نہ معلوم کس کی شرارت ہے۔" اوما کو پڑھتے پڑھتے چکر سا آگیا۔ رنگین سپنے ٹوٹ رہے تھے۔ بکھر رہے تھے۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا۔ باپ کی طرف دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں رحم کا شائبہ نہ تھا۔ اوما کو محسوس ہوا ان آنکھوں میں اس کے لئے اب رحم مرتے دم تک نہ ابھر آئیگا۔ لمحہ بھر کے لئے رمیش کی موہنی صورت آنکھوں کے سامنے کوندھ گئی اور وہ سسکیاں لیتے بدن میں مچلتی درد کی لہروں میں ڈوب گئی۔ واقعی کوئی چھٹکارا نہ تھا ان درندوں سے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے قلم سنبھالا۔ اور ٹیڑھے میڑھے دستخط رجسٹر پہ ثبت کئے۔

مہنت جی ہنومان مندر کے سامنے پانی کی بالٹی لے کر پہنچ گئے۔ پوتر پانی کی بالٹی کو مندر میں رکھ کر وہ ذرا دیر سانس لینے کے لئے رُکے۔ ویسے ہی دن بھر کی تھکن کے مارے بُرا حال تھا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُن کا اور اُس پر یہ نئی مُصیبت سارا مندر بھرشٹ کر دیا اِن حرام زادوں نے.... بیڑہ غرق ہو ایسے پاپیوں کا... رام رام... گھور کلجگ آ گیا ہے۔ دیوی کے پوِتر استھان پر ایسا پاپ.... مہنت جی مندر دھونے لگے اور ساتھ ساتھ پاٹھ بھی پڑھتے جا رہے تھے۔ نہ معلوم کس کا مُنہ دیکھا تھا صُبح صُبح جو یہ بپتا آن پڑی اُن پر..... اور بھی بہت سارے مندر تھے یہاں۔ کہیں اور مُنہ کالا کر لئے جاتے یہ لوگ.... بھلا ہنومان جی کے مندر میں ایسی باتوں کا کیا کام .....
ہنومان بھگوان تو خود بھی اس معاملے میں کورے ہی تھے۔ نہیں تو زندگی بھر کنوارے ہی کیوں رہتے۔ اس مندر کی ذمہ داری انہی مہنت جی پر تھی۔ وہ چاہتے تو دوسری طرح صفائی کرتے۔ پر رات بھر ہنومان بھگوان اُن کی نیند خراب کر دیتا۔ رات بھر سپنوں میں آ کر ڈراتا رہتا۔ اس لئے اُنہیں اس اندھیری رات کے باوجود مندر دھونا پڑ رہا تھا۔ وہ ہنومان جی سے بہت ڈرتے تھے۔ لنکا کو تو ہنومان بھگوان نے ہی پلک جھپکنے میں راکھ کر ڈالا تھا۔ وہ مندر کی صفائی تندہی سے کرنے لگے۔ اِتنی محنت کی ضرورت نہ رہتی۔ پر مُنتظم اور یاتری مندر کی پوِترتا پرکھنے کے لئے آ گئے تو وہ کوڑا کرکٹ باہر نکال رہے تھے تو جونہی دہ پیر بھی کوڑے کرکٹ کے ساتھ آ نکلے۔ "رام رام....." وہ چونک پڑے چمڑے کے جوتے... ہنومان جی کے مندر میں.... ہے بھگوان..... دیا... دیا... پاپیوں پہ دیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنا بھگوان۔ اُنہوں نے ذرا غور سے دیکھا۔ جوتے نئے لگتے تھے ... بالکل نئے تو نہیں۔ ایڑھی ذرا سی گھس گئی تھی ویسے بالکل ٹھیک تھے۔ جوتوں کی اوپر والی سطح تو دیپوں کی روشنی میں چم چم چمک رہی تھی کیوں نہ ہو..... وہ رک گئے۔ گھبرا کے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی بھی نہ تھا۔ حتیٰ کہ دوکاندار بھی اپنی دوکان بڑھا یا گیا تھا۔ اپنا اطمینان کرکے اُنہوں نے جلدی سے جوتے بغل کے اندر چھپائے اور سنوامان جی سے نظریں ملائے بغیر ... صفائی ادھوری ہی چھوڑ کر گھر کی طرف ہو لئے

END

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سرس گل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

——— پہلی گھنٹی کی آواز نمائش کے شور وغل میں جذب ہو گئی اور ببیلا اپنے خیمے میں پڑے سنگار دان کے سامنے بال بنانے بناتے رُک گئی۔ بال مُلایم تھے اور چہرے کے چاروں طرف سے اُٹھائے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ کالے بالوں کے بیچ مانگ دودھ کی لکیر سی لگ رہی تھی اور بہت بھلی لگ رہی تھی ببیلا نے یوں ہی سر کے جھٹکے سے بالوں کو آگے کی طرف پھینکا۔ بال نہیں جال سا بن کر سارے چہرے پہ پھیل گئے۔ اُس کی نگاہیں بالوں کے اِس مہین تانے بانے میں اُلجھ سی گئیں اور وہ بے طرح گھبرا گئی۔ دِل میں شدت سے خواہش عود کر آئی ..... کاش وہ اس جال میں سے کسی طور نکل جائے۔ آخر کب تک وہ سرکس کے جال میں گھری پڑی بے بسی کا ناچ ناچتی رہیگی۔ اپنی بے کسی کا تماشہ دکھاتی پھرے گی۔ پھبتیاں ..... گندی گالیاں ... فحش مذاق ..... اُف ... اتنی لمبی چوڑی کائنات میں، اُس کے لیے اور کچھ نہیں۔ شاید اُسے آہوں کا ... ارمانوں کا سدا ہی دم گھونٹنے رہنا پڑے گا۔ وہ بھی وقت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا جب اُس نے اپنے ننھے مُنّے ارمانوں کے سہارے بہت سارے سپنے بن لیے تھے کہ وہ اس سرکس سے نکل کر دوسرے بڑے سرکسوں میں کام سیکھے گی۔ تجربہ حاصل کرے گی۔ ہرکولیس پہ قابو پا کر بڑی کلاکار بن جائے گی اور پھر شاید اپنا ایک سرکس بھی شروع کرے گی اور اُس کی زندگی سنور جائے گی۔ پر اب..... اب زندگی بن نہیں رہی تھی بلکہ بگڑ رہی تھی۔ جس زندگی کو سنوارنے کے لئے اُس نے کلا کا سہارا لینا چاہا تھا وہی زندگی کلا کے ہاتھوں اُس سے چھینی جا رہی تھی۔

______ کلا سے اُسے پیار تھا۔ بے حد پیار..... پر جوان ہوتے ہوئے اُسے اور چیزوں سے بھی پیار ہونے لگا تھا۔ ٹھنڈی دبی آہیں جو گھونٹی نہ جا سکیں بھٹکتی اُلجھتی نگاہیں جو روکی نہ جا سکیں۔ دبے دبے بے باک قہقہے جو اپنی گونج میں اس سرکس کی..... اس خوبصورت وادی کی..... نہیں..... بلکہ اس ساری دُنیا کی خوشی پر دبے ہوئے ہوں۔ مدتیں ہو گئی تھیں۔ ان آرزوؤں سے آشنا ہوئے۔ بچپن نے جوانی کا دامن پوری طرح سے تھاما بھی نہ تھا کہ اُستاد کی ڈانٹ اور سرکس کے مالک کی پھٹکار نے اُس کی خبر گیری شروع کی تھی۔

______ یکایک وہ چونک پڑی اور اُس کا مُنہ پھیکا پڑ گیا۔ وہ جلدی جلدی بالوں کو کنگھی سے سنوارنے لگی۔ اپنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خیالوں میں اُلجھ گئی کہ وہ دوسری گھنٹی کی آواز کو نظر انداز کر گئی تھی اور شو شروع ہونے میں اب کچھ منٹ کی ہی دیر تھی۔ باہر اُستاد انتظار کر رہا ہوگا۔ یاد آتے ہی ایک تلخ مُسکراہٹ اُس کے بھرے بھرے ہونٹوں پہ آ گئی۔

——— اُستاد کو دیکھ کر بیلا کا مُنہ کڑوا ہو جاتا تھا یہ ٹھیک تھا کہ وہ اُستاد کی عزّت کرتی تھی۔ پر اُستاد سے پیار نہیں کرتی تھی اور کچھ دنوں سے تو عزّت خوف کی صورت اختیار کرنے لگی تھی۔ بیلا کا خیال تھا کہ وہ کلا کے زیوروں سے آراستہ ہو کر زندگی میں کامیاب قدم بڑھائے۔ ایک چھلا بھی تو نہیں تھا اُس کے پاس۔ جو کچھ کمائی تھی مالک کے نذر ہو جاتا تھا لیکن اُستاد کلا کو صرف زیور ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ زندگی کی ڈور۔ جس ڈور کے سہارے بیلا کو کٹ پتلی کی طرح ناچنا تھا۔ اُستاد کو بیلا سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اُس نے تو بیلا کو بچپن سے پالا پوسا تھا۔ اُسے سکھایا پڑھایا تھا۔ اُس کے جسم میں ٹھوس طاقت اور ملائم لچک گھول دی تھی۔ اُس کی ہر ادا۔۔۔ ہر تڑپ میں اپنی ساری زندگی کا تو اذن دیا تھا۔ بیلا کو اِس قابل بنایا تھا کہ وہ دنیا کی چنچل نگاہیں روکے رکھے اور بھی بہت سارے کلا کار تھے سرکس میں۔ پر بیلا کے جسم میں عجیب کا بلاہٹ تھی۔ اُس کے ہر قدم۔۔۔ ہر حرکت میں خودسری تھی۔ ایک چیلنج تھا اُستاد کے لئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جو اُستاد بہت سال پہلے جھولے پر سے گر کر ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے اپنی اُبھرتی عمر کی امنگوں کو زندہ دفن کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اور تھک ہار کر پیٹ کی خاطر اس چھوٹے سے سرکس میں نوکری کر رہا تھا بیلا کو دیکھ کر اس کے دبے ارمانوں نے نئے سرے سے پھریری لی تھی۔ بیلا کے حسین جسم میں اُسے جھولی لبری منزل نظر آئی۔ لیکن بیلا کی عمر ایسے دور سے گذر رہی تھی جب وہ کسی بھی وقت اُس کا بنا بنایا راستہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل نکلتی۔ اُستاد کو بار بار محسوس ہوا تھا کہ بیلا اُس کے راستے پر نہ چلی تو یہ دوسرا صدمہ وہ برداشت نہ کر سکے گا۔ رہی سہی امیدیں ٹوٹ جائیں گی.... بکھر جائیں گی اور اُس کی زندگی بکھر جائے گی۔ اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے وہ بیلا کی زندگی پر بندھ باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے ماہر کی طرح بیلا کے جسم میں تحلیلی قوت کا اندازہ لگایا۔ بیلا کے جسم میں بارود بھرا پڑا تھا۔ ذرا سی لغزش ..... اور بارود بھڑک کر سب کچھ راکھ کر دیگا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کھیل خطرناک ہو گا انتہائی خطرناک ...... یہ سرکس کے ہر فرد کا کھیل خطرناک ہوتا ہے اور وہ تو بذاتِ خود اُستاد تھا ؛

بیلا کے گرد جال روز بروز تننے لگا۔ اُستاد کے روز کے لیکچر..... گہری تیز نگاہیں باتوں میں کھُردرا پن...... دن دن بھر کی ورزش..... وہ ہر رات جسم میں تھکن اور درد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محسوس کرتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر خاموشی سے تکیے میں جذب ہوتے رہتے۔ اس کا جی کرتا۔ دنیا کو آگ لگا دے...... جلا کر خاکستر کر ڈالے اس سرکس کو... بھاگ جائے کہیں... پر کہاں ..... کون تھا اس دنیا میں اس کا..... یتیم خانے سے لائی گئی ایک لڑکی..... جس کا نام بھی یتیم خانے کے رجسٹر میں وقت نے مٹا دیا ہوگا۔

—— بال بن گئے تھے صرف ربن لگانا باقی تھا۔ سنگاردان کا خانہ کھول کر اس نے بکھرے چمکتے ربنوں کا معاینہ کیا۔ پیلا... لال... ہرا... اس نے فیصلہ کیا۔ لال رنگ کا ربن اٹھا کر وہ بال باندھتی ہوئی باہر جانے لگی۔ یہ لال ربن اسے بہت پسند تھا۔ ویسے ہر لال چیز اسے پسند تھی۔ لال بندی ... لال مانگ... لال چنری... اور اپنے لال لال گال بھی..... لیکن لال رنگ قمقموں اور بتیوں کی مدھم زرد روشنی میں پھوٹ نہ پڑتا تھا اور تماشائیوں کو خوش کرنے کے لیے ربن کے رنگ کا پھوٹنا بھی ضروری تھا۔

—— باہر استاد کھڑا تھا۔ وہ چھڑی کے سہارے جھکا اسے عجیب انداز سے گھور رہا تھا۔ جیسے وہ بیلا نہ تھی بلکہ کوئی مشین جس کی ہر حرکت کا ذمہ دار وہی تھا۔

"لال ربن لگایا ہے تم نے" استاد نے اسے تیکھی نگاہوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے بھانپا جیسے اُس کے کسی بڑے راز سے واقف ہوگیا تھا اور جاننا چاہتا ہو کہ راز... راز نہیں۔ وہ چاہے تو راز افشا کر کے اُس کے سارے ارمان مٹی میں مِلا دے۔ اور وہ جھنجھلا اُٹھی۔ سناد کی نگاہوں نے لال ربن کو نظر انداز نہیں کیا۔ شاید استاد کو ہی چڑھانے کی خاطر وہ لال چیزیں خریدا کرتی تھی۔ لال لال.... زندہ خون سے بھی زیادہ سُرخ۔ کنوارے ارمانوں سے بھی زیادہ شوخ گلاب کے پھولوں سے بھی زیادہ خوبصورت .... تیسری گھنٹی"...... کسی نے پکارا اور اُس کے نرم و نازک خیالوں کا تانا ٹوٹ گیا۔ اوہ... تیسری گھنٹی....." وہ چونک اُٹھی۔ معلوم نہیں وہ اتنا کیوں سوچتی ہے۔ سوچنے سے تو ذہنی تکلیف بڑھ جایا کرتی ہے۔ مانک تو روز صبح صبح اپنے لیکچر میں جتاتا رہتا تھا۔ پھر بھی وہ آج زیادہ سوچ رہی ہے۔ زیادہ خاموش ہے۔ کہیں طوفان کی آمد سے پہلے کا جمود تو نہیں۔

____ اُس نے پردہ ہٹایا۔ وہی گول دائرہ ریوالور سے گھرا ہوا۔ وہی سوئے ہوئے چہروں پہ اُبھرتی زندگی۔ کچھ تماشائی عورتوں کے چوڑیوں کی کھنکھناہٹ... چوڑیوں کی کھنکھناہٹ سُن کر بلا کا سر کیسی زمانے میں مارے غرور کے تن جاتا تھا اُن دنوں اُسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اِن عورتوں سے افضل ہے۔ بہتر ہے۔ اُس کی زندگی اِن کی گھریلو زندگی سے آزاد ہے...

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چوڑیاں رنگین کانچ کے کڑے نہیں... غلامی کی ہتھکڑیاں ہیں جنہیں اُن کی خود فریبی نے رنگینی بخشی ہے۔ پر اب... اب اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ آزاد نہیں... بلکہ اِس خیمے نما پنجرے میں پَر پھڑپھڑاتا ہوا ایک پنچھی جس کا پھڑ پھڑانا بھی نہ معلوم صیاد کب چھین لے۔

—— ماحول وہی تھا جیسا روز ہوتا تھا۔ پر ایک چیز اُسے زیادہ دِلکش دکھائی دی۔ اُس کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ اُس نے اُستاد کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ جیسے تم راز سمجھتے ہو... وہ صرف ایک راز ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے جسے تم اپنی ساری طاقت سے بھی جھٹلا نہیں سکتے۔ اُستاد کے چہرے پہ جھینپنے کی پرچھائیں بڑھتے دیکھ کر اُس نے نگاہیں پھیر لیں۔ سامنے پنواڑی کا بیٹا بیٹھا تھا۔ جو ہر وقت پان چباتا رہتا تھا۔

—— معلوم نہیں پنواڑی کا بیٹا اُسے دیکھ کر چپ کیوں ہو جاتا تھا... کہ پان چبانا [illegible] بھول جاتا تھا۔ نہیں تماشہ [illegible]
[illegible]
[illegible] بجو [illegible]
[illegible] وہ [illegible] خطرناک تھے [illegible]
[illegible] نعرے [illegible] سے کانپتے ڈار [illegible]

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُستاد کی کٹھور نگاہوں سے بچتے بچتے ... بنیاد کے پیڑوں کو توڑ کر
اُس کے بدن میں پیوست ہو جاتے اور وہ خواہ مخواہ انگڑائیاں
لینا شروع کر دیتی ۔ تھکن ۔ غصہ ... نفرت ... اِن نگاہوں میں
سمائے کیوں مدغم ہو جاتے ؟ بوڑھی کے بیٹے کو مدہم سی گنگناہٹ
جس کے بدن میں آگ سی بھر دی تھی ۔ باد کے جھونکوں میں بنا ڈسا محسوس
ہوتا تھا ۔ جی چاہتا تھا کہ اپنے بازوؤں کی بھری بھری مچھلیوں کو دانتوں
سے زور زور سے کاٹے ... بلکہ زور سے چبا جائے ۔ پان لینے
کے بہانے اُس نے بوڑھی کے بیٹے کو دیکھا ۔ حسبِ عادت آئینہ
لے کر سے اپنے انداز سے ... پہچانا ہوا ۔ اُس کی ساری
زندگی تو جانچ تولنے پہ بیتی تھی : وہ اندازہ غلط ہوا اور بھانپ
گئی ۔ بوڑھی کا بیٹا کچھ زیادہ خوبصورت نہ تھا ۔ رنگ کافی چوڑا
تھا ۔ پڑتا کہ کبھی تو چھوٹی لگتی تھی ۔ بلا کو اپنے رنگ پر بہت ناز
تھا لیکن بوڑھی کا بیٹا تو بہت ہی زیادہ گورا تھا ۔ دو کان پہ
بیٹھا وہ مخمل سا لگ رہا تھا ۔ بلا نے ... ہی گھر والے کبھی نہ سوچا
تھا ۔ اپنے محبت و شفقت سے فرصت ہی کب ملتی تھی ۔ یہ چیزیں
سوچنے لگی ... زیادہ ... جو اُن کے خیالوں
نے بھری تھی ۔ شادی بیاہ تک پہنچتے ہی ٹوٹ جایا کرتا تھی ۔
... کہاں ... بیٹے کے
... ہوا ... تو ... ہوا ...

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خیال، شہزادے کب جنم لیتے ہیں۔ جو کچھ مِل رہا تھا غنیمت تھا۔ کچھ تو نئے آسمان پر پرواز کے لئے اُبھر آئے تھے۔ پان کی کڑواہٹ کے باوجود بیلا کے رونگٹے رونگٹے میں مٹھاس رچنے لگی۔ اب دن میں وہ کئی بار پان کھانے کے بہانے دوکان پر جاتی تھی۔ ہزاروں باتیں بناتی۔ مگر پنواڑی کا بیٹا خاموش رہتا۔ یا کبھی بیکار ہاں یاں کرتا اور بیلا غصّے سے جل بھن جاتی تھی۔ وہ اتنی اپنے جیب خرچ کا پیسہ اِن تھرڈ کلاس کڑوے پانوں پر ضائع کر رہی تھی۔ ویسے بھی اُسے پان پسند نہ تھے۔ وہ جلدی ہی ... بھی نہ سوچ سکی کہ پنواڑی کا بیٹا اُسے انسان نہیں سمجھ رہا ... ہاں کچھ بڑا... بہت بڑا... جو شاید اُس کا اپنا من بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ کرنب دکھانے والی... حیرت انگیز گڑیا یا ربر کا گُڈا... فولاد کا پُتلا... کوئی تیکھی کہانی... کلا کی دیواریں جو ... حاصل کی تھی اُس کو پھاندنے کے لئے پنواڑی کے بیٹے میں ہمت نہ تھی۔ دن ایسے ہی گذرتے رہے تو وہ اِسی پنجرے میں ... پھر پھڑا کے دم توڑ دے گی۔ یہ ساتھ ہی بیلا کو ڈھارس ... خاموش رہتے ہوئے بھی پنواڑی کا بیٹا روز آخری ... ہوتا ... تھی۔

بیلا اُس کی بوکھلاہٹ نہ دیکھنا چاہتی تھی اُسے ... کرنے والا چاہیئے تھا۔ اِشارے سمجھانے والا چاہئے

تھا جو اُس کی زندگی کو چھیڑتا...... زندگی تڑپ اُٹھتی..... چیخ اُٹھتی اور ایک دبیز پردہ بن کر لنگڑے اُستاد کے ظالم ارادوں پر چھا جاتی۔

——— آج آخری شو تھا۔ شاید وہ پھر یہاں کبھی نہیں آئے گی۔ آئی بھی تو ایک سال کے بعد... یہی مہینہ ہوگا۔ یہی نمائش ہوگی... یہی سرکس ہوگا... پر وہ نہ معلوم کہیں وہاں بیاہ جکڑی جائے گی۔ اُسے یہ سرکس پوری طرح بے بس کر دے پھر شاید وہ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے..... اور یہ سب نواڑی کے بیٹے کی بیوقوفی سے.... وہ بدھو سمجھتا ہے کہ میں اُس سے صاف صاف کہدوں... کیوں... اس لئے نا کہ میں سب آدمیوں کے سامنے کھیلتی ہوں... ہنستی ہوں... نخرے کرتی ہوں... کاش وہ سمجھتا کہ عورت، کتنی ہی بے باک کیوں نہ ہو جس مرد کو اپنائے گی اُس کے سامنے شرم و حیا سے سر نہیں اُٹھا سکتی... پہل نہیں کرتی

——— اُستاد اشارہ کر رہا تھا کہ وہ جھولے پر سے اُتر جائے۔ وہ پہلے سے دوگنے کھیل کھیل چکی تھی پھر بھی چاہت کم نہ ہو رہی تھی۔ نواڑی کا بیٹا بیوقوفوں کی طرح منہ کھولے اُسے حیرت سے تک رہا تھا اور اس کے دل میں عجیب سا درد اُبھر آیا۔ یکدم ٹانگوں پر سے گھومتے ہوئے وہ جھولے لگاتی ہوئی ڈنڈا پکڑنے میں کامیاب ہوئی اور سرکس کے مالک کا منہ پھیکا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پڑ گیا۔ لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور وہ آپ ہی آپ
مُسکرا پڑی۔ وہ جانتی تھی کہ اُستاد کی بُری حالت ہو رہی
ہو گی۔ کٹ پتلی ہاتھ سے پھسلی جا رہی تھی۔ ڈوریں کٹ رہی تھیں
اور اب اُس کی سوکھی ہڈیوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ اوپر چڑھ کر
اُسے روک لے۔ پیلا نے اُلٹا چکر لگاتے ہوئے اُستاد کی
طرف دیکھا۔ وہ دراصل غصّے کا آئینہ تھا اُستاد کا چہرہ اور وہ کھلکھلا کر
ہنس پڑی۔ اُس کے کرتب کے جھٹکوں سے سارا خیمہ ہل رہا تھا۔ دونوں
ڈنڈے چرمر چیخ رہے تھے۔ جال ٹوٹ رہا تھا۔

——— آج وہ کمال پوری طرح سے قابو پانا چاہتی تھی
جس کی وجہ سے وہ اِن سرکس کے ہر فرد کے ہاتھوں میں کٹ پتلی
سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی جس نے اُس کی زندگی کو دوسروں
کی خواہشوں میں باندھ رکھا تھا۔ وہ جھولے پر گھومتی جا رہی تھی اور
دُنیا گھومتی جا رہی تھی۔ سرکس کی گرہ بال.... ٹوٹ رہے....
دائرہ بنتے جا رہے تھے۔ دائرے میں سے جوانی کا سینا اُبھرتا
جا رہا تھا۔ ابھی... بنتے بگڑتے ٹوٹتے.... موٹی موٹی آنکھیں..
چوڑا چکلا سینہ.. گٹھا گٹھا جسم اُبھرتا جا رہا تھا۔ زندگی اُبھرتی جا رہی
تھی... اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتے جھکی آ رہی تھی... وہ کیسے روکے
اپنے آپ کو... کیونکر نظر انداز کرے زندگی کو... اور وہ
روکنے کی طاقت نہ تھی اُن میں.... اُس نے ہاتھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بڑھائے۔ دفعتاً دُنیا رُک گئی۔ دائرہ ٹوٹ گیا۔ پنواڑی کے بیٹے کی جگہ سرکس کا احاطہ کوند گیا۔ ٹوٹنے سے پہلے جال کا تناؤ... اُسے گرنے کا احساس ہُوا۔ ہونٹوں سے لمبی چیخ پھسل گئی۔ یہ چیخ شاید زندگی کے ہاتھوں کلا کی تابعداری کا آخری اِقرار تھا۔ وہ سرکس کے گول دائیرے میں گر گئی ٹانگوں میں لمحہ بھر کے لئے شِدّت کا درد اُبھرا اور پھر یکایک بے حسی۔

——— اُستاد اُس کی طرف دوڑا... گیٹ کیپر گیٹ چھوڑ کے بھاگا۔ مالک ہاتھ مل کر ڈاکٹر ڈاکٹر پکارنے لگا لوگ شور مچاتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کے اِرد گرد جمع ہونے لگے۔

——— لوگوں کے ہجوم میں پنواڑی کا بیٹا اُبھرا۔ اور اُبھر کر ڈوب گیا۔ شاید وہ بھی لوگوں کے شور و غل میں اضافہ کر رہا تھا۔ آج کا شو تو ختم ہو گیا تھا۔

اُستا کہہ رہا تھا "بیلا مجھے معاف کر دو ...... اپنی ناکامیوں میں اُلجھ کر میں نے تمہیں نظر انداز کر دیا.... بہت بُرا کیا میں نے... بہت بُرا کیا....." بیلا نے آنکھیں کھول لیں اُستاد کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو بے تحاشا گر رہے تھے کلا کی دیوار اِنسانیت کے رِشتے نے چشم زدن میں ڈھا کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دکھا دی۔ اُسے عجیب سی مٹھاس کا احساس ہونے لگا۔ جو صرف ایک بچے کو باپ کی قربت میں ہی حاصل ہوتا ہے۔ اُس نے اپنا سر اُٹھا کر اُستاد کی گود میں گرا دیا اور مزا لینے کے لئے ہولے ہولے کراہنے لگی ؛

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"ڈیوڑھی"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

——— خورشی نے چائے کے برتن دھوئے۔ سماوار کو اُٹھا کے چولھے کے پاس سجا لیا اور پیالیاں ہٹانے لگی۔ پیالے ٹکرا کر کھنکھنائے۔ کھنکھنانے کی آواز خاموشی کو تھوڑی میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔ خورشی کی نگاہیں اپنی خالی باہنوں کی اور مُڑیں اور پلٹ کر حسرت سے پیالیوں پر اٹک گئیں۔ اُس نے ہلکے سے پیالیوں کو پھر ٹکرا دیا۔ کھنکھناہٹ پر نقرئی آواز کا گمان ہوتا تھا۔ اُسے یہ آواز بہت بھلی لگی۔ ایک بار پھر اُس نے پیالیوں کو احتیاط سے ٹکرا دیا۔ ایک بار پھر کھنکھناہٹ خورشی کے وجود میں پھیلی ویرانی کو چیرنے لگی پر دوسرے لمحے کسی کی کرخت چاپ تلے مسل گئی۔ دروازے پر صمدو کھڑا، اپنی بھاری بھرکم کھڑاؤں کی گرد جھاڑ رہا تھا۔ صمدو کو یکایک سامنے پا کر خورشی بوکھلا گئی غیر اِرادی طور پر اُس نے پیالیوں کو فرن کے دامن کی اوٹ میں کرنا چاہا اور ساتھ ہی وہ اپنی بوکھلاہٹ پر کھسیا گئی۔ بھلا صمدو کو اُس کے سپنوں سے کیا غرض..... اُس کی خالی باہنوں کی کیا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پھانکر..... آج ہی کچھ تھیلے بیچا لے بھٹو ٹوٹی تھی جو ٹوٹ جاتے اور صمدو کو تکلیف پہنچ..... بدن، خود غرض..... صمدو کو تو کوئی بدن کی تھکن مٹانے اور کچھ کھانے کے لئے چاہئے۔ چاہے وہ اندھیری کوٹھڑی میں دم گھونٹ کر ہی مر جائے..... وہ رک گئی۔ صمدو نے گندھے پر سے لوئی تھکے ہوئے انداز میں فرش پہ پھینک دی اور لوئی خالی تھی۔ صمدو گویا گاؤں گیا ہی نہ تھا۔ ورنہ تین لمبے کوس اتنی جلدی کیسے طے کر پاتا۔ "خیر تو ہے..... اتنی جلدی کیسے آ گئے..... چاول کہاں ہیں؟" خورشی نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ "خیر کہاں....." صمدو نے سانس کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی منسٹر ادھر سے گذر رہا ہے۔ گاؤں کا چوکیدار مل گیا راستے میں۔ وہ ہر ایک کو اطلاع دیئے پھر رہا ہے۔ اسی لئے دوڑا دوڑا واپس آ گیا ہوں۔" "لیکن کیوں.....؟" خورشی نے پھر پوچھا۔ شام کے لئے تو چاول کا ایک دانہ بھی نہ تھا گھر میں۔

"ڈیوڑھی بنانی پڑے گی منسٹر کے استقبال کے لئے"۔ صمدو سمجھانے لگا۔ "گاؤں میں لوگوں نے ڈیوڑھیوں اور جھنڈیوں سے ساری سڑک کو دلہن کی طرح سجایا ہے۔ ہاں"۔ صمدو نے حسب معمول سرکاری حیثیت کا رعب جتانا چاہا۔ "پر ڈیوڑھی کیسے بناؤ گے۔ نہ کوئی لکڑی..... نہ رسی..... نہ جھنڈیاں"۔ خورشی نے پوچھا۔ منسٹر کو بھی آج ہی آنا تھا۔ سوچا تھا۔ کچھ دیر دریا کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کنارے گھوم پھر لیتی۔ صمدو تو دریا کے کنارے پانی لانے کے لئے بھی نہ جانے دیتا تھا۔ دریا میں کشتیاں چلتی رہتی تھیں کشتیوں میں مانجی ہوا کرتے تھے اور صمدو کی پہلی بیوی کسی مانجی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ شاید اس پُر ہول خاموشی سے اُکتا کر خورشی نے خود بھی رفتہ رفتہ یہ خاموشی محسوس کی تھی۔ اب تو سہی نہیں جاتی تھی یہ خاموشی۔ عجیب سا بوجھ چاروں طرف چھایا ہوا لگتا تھا۔ جس کے نیچے یہ حدِ نظر تک پھیلے ہوئے کھیت، منڈیروں کی ان گنت لکیریں اور کوارٹر سے دور پھسلتی کالی سڑک بھی دب کر گھٹی سی گئی تھی۔ کئی دفعہ خورشی کا دل بھی چاہتا کہ بھاگ جائے ... نہ بھاگ سکے تو کوارٹر کے ادھر بند پر چڑھ کر دریا میں کود پڑے کم از کم لہروں کا شور اور بہاؤ کی آواز تو تھی دریا کے مٹیالے پانی میں۔ لیکن صمدو کی حسد بھری نگاہوں نے اُسے ہر بار روکا۔ صمدو کے شبہات نے اُس کے وجود میں کچھ نئے معنی اُبھارے تھے جو چہرے پر پھیلے چیچک کے داغ بھی نہ جھٹلا پاتے تھے کوارٹر کے ہلکے اندھیرے میں خورشی نے پانی کے مٹکے میں اپنی پرچھائیوں کو کئی بار جانچا تھا اور اُس نے چیچک کے داغ کبھی محسوس نہ کئے۔

صمدو کی فاتحانہ آواز نے اُس کے خیالات منتشر کر دئیے وہ کہہ رہا تھا "تو کیا سمجھتی ہے مجھے۔ دیکھو وہ پانی ماپنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نئے گیج آگئے ہیں نا بڑے دفتر سے۔ اُن کو سڑک کے دو طرف کھڑا کر دیں گے۔ چل ذرا پھاوڑا تو لے چل۔ میں گیج اُٹھا کے لے چلتا ہوں"

"میں نے تو ابھی بہت سارے کام کرنے ہیں"۔ خورشی اِس نئی مُصیبت کے لئے تیار نہ تھی۔ "کام بعد میں بھی ہو جائیں گے۔ ڈیوڑھی پہلے بنانی پڑے گی۔ منسٹر تمہارا چاچا ہوتا ہے جو تمہارے لئے رُک جائے گا"۔ سمدو تُرش لہجے میں برس پڑا۔ اور کمرے کے ایک کونے میں کھڑے گیجوں کی طرف بڑھا۔

سمدو کے تُرش لہجے نے خورشی کے تن و بدن میں آگ سی لگا دی۔ لیکن اُس نے جھگڑنا مُناسب نہ سمجھا۔ یقیناً بہت بڑا منسٹر آرہا ہوگا ورنہ سمدو چاول لائے بغیر یوں ہانپتا کانپتا واپس نہ آتا۔ ویسے وہ خود ڈیوڑھی بنانے میں مدد دے تو کیا ہرج ہے اِس بہانے وہ بھی کُھلی فضا میں گھوم پھر سکے گی۔ ورنہ اُس کی قسمت میں تو دوسری کوارٹر کے سامنے بیٹھے بیٹھے دور پھیلتی کالی لکیر کو گھورنا ہی تھا۔ کالی لکیر پر دن میں کئی گاڑیاں گزر جاتیں۔ کبھی وہ [illegible] ایک کنارے اُبھر کر دوسرے کنارے ڈوب جاتے یا کبھی کبھار کوئی پیدل بھی آ جاتا تھا۔ لیکن خورشی کے دبے ذہن میں اُن کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ [illegible] زیادہ [illegible] گاڑیوں کی آواز گاڑی چلے جانے [illegible] اور غیر قدرتی

محسوس ہوتی۔

_____ محمدو نے سڑک کے دونوں طرف پھاوڑے سے گڑھے ڈال دیئے۔ خورشی نے تنگ گڑھوں میں اپنے ننھے ہاتھ ڈال کر مٹی نکال لی اور دونوں مل کر کھمبوں سے ہاتھا پائی کرنے لگے۔ بڑی مشکل کے بعد مٹی دبا دبا کے انہوں نے کھمبوں کو کھڑا ہونے کے قابل بنا دیا۔ کیونکہ کافی بھاری تھے۔ خورشی کے پیلے گالوں میں خون کی حدت عود کر آئی۔ تیز دھوپ سے ماتھے پر پسینے کے قطرے اُبھر کر جیسے ماتھے کو موتیوں کا جھومر بخش دیا۔ کام کی شدت نے سینے کے زیر و بم میں قیامت برپا کر دی۔ بالوں کی کچھ لٹیں بھی آزاد ہو کر چہرے پر اٹکھیلیاں کرنے لگیں خورشی کا یہ رنگ محمدو کے لیے بالکل نیا تھا۔ گوار نہ کی اندھیری کوٹھڑی میں تو وہ گوشت کا لوتھڑا لگتی تھی۔ پر اس وقت خورشی میں بلا کی جاذبیت تھی۔ دل ہی دل میں انہوں نے خورشی کا پہلی بار بغور دیکھا۔ آج اس کا دل ڈانواں ڈول ہونے لگا۔ کاش! انہوں نے پہلی بیوی کو بھگا کے جب وہ اس کا سارا اثاثہ نہ لے بھاگتی۔ تو خورشی کی خالی بانہوں میں بھی ..... اور وہ چونک کر سنبھلے "خورشی ..... خدا کرے ..... تو خوش ہو جائے۔ ترقی مل گئی تو تیرے لیے پاؤں کے کڑے بنوا دوں گا ..... چھم چھم کرتی [illegible]

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"سچ کہہ رہے ہو.....؟" خورشی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ
آیا۔ آج تو انہونی باتیں ہو رہی تھیں۔

"ہاں... ہاں ... تیری قسم ..... فرن بھی لاؤں گا۔" صمدو کو
خورشی پر بہت پیار آ رہا تھا۔ "اور جو منسٹر ناراض ہو گیا تو...."
خورشی کہنے پر مجبور ہو گئی۔ بہت دیر سے ڈر اُس کے ذہن میں
اودھم مچا رہا تھا۔ پر وہ صمدو کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔ منسٹر ناراض
ہو جاتا تو اُس کی بلا سے ویسے بھی کیا خوشی مل رہی تھی۔ اُسے
منسٹر کے آنے سے ..... یہی نا کہ اب تک بھوکی تھی اور گڑھوں
میں سے مٹی صاف کرتے کرتے ناخنوں میں درد ہونے لگا
تھا۔ ذرا ڈانٹ پڑے صمدو کو تو مزا آ جائے۔ گڑھے کھودنے
ایسے گھسیٹ لایا جیسے وہ زرخرید لونڈی تھی۔ لیکن صمدو کے
الڈھے پیار نے اُس کی زبان کے تار توڑ دیئے۔ بیچاری عورت
... مرد کے وہ میٹھے بول سُن کر سب کچھ بھول لینے پر مجبور ہو جاتی ہے

"بھلا کیوں ..... اتنی خوب صورت ڈیوڑھی کو دیکھ کر تو منسٹر
بہت خوش ہو جائے گا۔" صمدو نے کمر سیدھی کرتے ہوئے پوچھا
"..... یہ پیچ تو سرکاری ہیں۔ کہہ دیگا مٹی میں دبا کے اُن کا رنگ خراب کر دیا"

خورشی [illegible]
[illegible] صمدو [illegible] واقعی خوش [illegible] کہہ رہی تھی
[illegible]

کناروں پہ تو رنگ بالکل کھرچ گیا تھا اور بیچ میں بھی کہیں کہیں زخم لگ گئے تھے۔ ویسے گیج بڑے خوب صورت لگ رہے تھے۔ فٹ فٹ بھر کا کالا اور سفید رنگ عجیب بہار دے رہا تھا۔

صمدو کا چہرہ اترا دیکھ کر خورشی کے سینے میں اِک ہوک سی اُٹھی۔ کتنی کمینی تھی وہ۔ پہلے بتا دیتی تو اتنی محنت اکارت نہ جاتی۔ گڑھے کھودتے کھودتے۔ تو صمدو کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہوں گے۔ صمدو کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر وہ بے بس سی ہو گئی۔ "اب ... اب کیا ہو گا ....." وہ بڑبڑانے لگی۔

"ڈیوڑھی بنائے بغیر چارہ نہیں"۔ صمدو نے سوچتے ہوئے کہا "اب کیا کریں ..... سمجھ میں نہیں آتا ڈیوڑھی کیسے بنائیں ....." اُس کے ماتھے پہ سلوٹیں گہری ہوتی گئیں۔ دفعتاً صمدو کا چہرہ چمک اُٹھا۔ "ہاں ..... گاؤں میں تو لوگ کپڑا لپیٹتے ہیں، لکڑیوں پر۔ اُن کے پاس رنگدار ڈیوڑھیاں کہاں ہوتی ہیں۔ ہم بھی کپڑا لپیٹ لیں گے اِن گیجوں پہ ....." "پر کپڑا ہے کہاں ....!" خورشی صمدو کی سادگی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"کیوں ..... اپنے کپڑے ..... میرا مطلب ہے پہننے کے کپڑے ایک نیچے پہنانے والی تولی ..... ایک اوڑھنے والی تولی ..... اور جو [illegible] قمیض کل تم [illegible] تھی۔ [illegible] پاس بھی تو تین چار [illegible] ہیں"۔ صمدو نے چشم زدن میں حساب لگا دیا۔ سرکار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے اُسے گیج ریڈر یونہی بنایا تھا۔

"یں تو ہاتھ بھی نہ لگانے دوں اپنے فرنوں کو..... وہ خراب ہو جائیں گے"۔ خورشی تنک کر بولی "ویسے ہی درجنوں فرن لا کر دیے ہیں نا تم نے" اور وہ فرن جھاڑنے لگی۔ سارے فرن پر مہین گرد کی تہہ جم گئی تھی۔ دامن تو جیسے مٹی میں لتھڑ گیا تھا۔ یہی حال رہا تو کچھ عرصہ کے بعد اُس کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے ایک فرن بھی نہ بچ پائیگا۔ کل ہی تو دھو لیا تھا یہ فرن۔ بھلا روز کا دھونا ٹیکنا کہاں تک برداشت کرتے رہیں گے۔ صمدو کے ۲۲ روپے اس قابل نہ تھے کہ ایک تو پیٹ بھی گرم کر سکیں اور ساتھ تن بھی گرم رکھ سکیں۔

صمدو جھنجھلا اُٹھا۔ بڑی مشکل سے تو یہ ایک راہ سوجھی تھی۔ اور یہ بے وقوف عورت ضد کر رہی تھی۔ صاحبزادی بنی پھرتی ہے اُس نے تیزی سے کہا "ارے ڈیوڑھی نہ بنائی تو منسٹر ناراض ہو جائیگا۔ ....

"تھوڑی دیر اِن پر لیٹنے سے خراب نہیں ہو جائیں گے تمہارے قیمتی فرن"

"ناراض ہو جائے گا تو میری بلا سے ......"

خورشی نے بھی تر کی بہ ترکی جواب دیا۔

اب کے صمدو بپھر پڑا "دیکھتا ہوں کیسے نہیں دیتی تو فرن ..... تم چاہتی ہو منسٹر ناراض ہو کر مجھے نوکری سے ہی نکال دے۔ پھر کیا پھرتی جاتی پھرو گی ..... کیا معلوم غصے میں آ کر جیل بھی بھجوا دے"۔ صمدو نے اُسے بری طرح سے ڈرا دیا۔ وہ ہتھیار ڈالنے لگی "لیکن ..... لیکن ..... اتنے تھوڑے کپڑے اتنے بڑے گچھوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو ڈھک سکیں گے کیا؟"
"تم اُس کی فکر چھوڑ۔ کھینچ تان سے پورا کر دوں گا.... چل ذرا دیدے فرن.... اور ہاں.... جب تک منسٹر کی موٹر گذر جائیگی تو چائے بنا۔ اب بھوک سہی نہیں جاتی" اور وہ دونوں کواٹر کی اور بڑھے

منسٹر نے دور سے ہی ڈیوڑھی دیکھ لی۔ جنگل بیابان میں ڈیوڑھی اکیلی کھڑی کسی کھنڈر کے شکستہ ستونوں کی طرح لگ رہی تھی۔ ڈیوڑھی پر گدلے رنگ بے تحاشا پھیلے ہوئے تھے۔ ڈیوڑھی کے ستون بھی ٹھیک سیدھ میں نہ تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب گرے.... اب گرے ...... منسٹر کو دھچکا سا محسوس ہوا۔ بیوقوفوں کو ڈیوڑھی بھی بنانی نہیں آتی ہے۔ اُس نے غصے سے چاروں اور نگاہ دوڑائی۔ آس پاس کسی آبادی کا نشان نہ پا کر وہ حیران ہو گیا۔ بھلا جنگل میں کس نے ڈیوڑھی کھڑی کر دی ہوگی۔ اُس نے ڈرائیور سے کار روکنے کو کہا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے سیکرٹری کے دونوں اردلی چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔ کار ٹھیک ڈیوڑھی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ڈیوڑھی پہ پھٹے پُرانے کپڑے واضح ہو کر مضحکہ خیز لگ رہے تھے۔ صمدو ڈیوڑھی کے ستونوں سے آگے بڑھ آیا اور تب منسٹر کو محسوس ہوا کہ اب تک یہ میلا کچیلا پھٹے حال آدمی بھی ڈیوڑھی کے گدلے رنگوں میں اضافہ کر رہا تھا۔

"سلام حضور....." صمدو نے ہاتھ جوڑ دئے۔

"یہ ڈیوڑھی کس نے بنائی ہے" منسٹر نے سلام کو نظر انداز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرتے ہوئے پوچھا۔ سکیورٹی کے دونوں آدمیوں کی نگاہیں شک سے لبریز ممدو کی پھٹی قمیض کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"حضور..... میں سر..... غریب آدمی ہوں حضور" ممدو تھر تھر کانپنے لگا۔ شاید منسٹر نے گیج بھانپ لئے تھے۔ ورنہ موٹر کو نہ رکنے۔ سے ڈیوڑھی کے نیچے سے گذر جانا چاہیئے تھا۔ اس سالے منحوس..... حرامی..... بچہ کیدار سے صبح صبح منہ بھیڑ نہ ہو گئی ہوتی ڈیوڑھی بنانے کی نوبت نہ آتی۔ پوچھ تاچھ ہوتی تو کہہ دیتا۔ معلوم ہی نہیں تھا کہ منسٹر گذرنے والا ہے۔ اتنی بہت گالیاں دینے سے بھی ممدو کا دل ہلکا نہ ہوا

"تم کون ہو.....؟" منسٹر نے پھر سوال کیا۔

"میں..... میں حضور..... گیج ریڈر..... جناب..... حضور..... سنا آپ آرہے ہیں..... تو دل نہیں مانا..... کہ اپنے لیڈر ..... اپنے منسٹر..... منسٹر صاحب کے لئے" ممدو بوکھلا گیا۔

"ذرا ہم بھی دیکھیں یہ گیج کیا بلا ہوتی ہے۔" منسٹر کار سے نیچے اتر آیا۔ شاید بیٹھے بیٹھے ٹانگیں تھک گئی تھیں۔ پچھلی سیٹ سے سکیورٹی کے دونوں آدمی بھی اتر آئے اور جیبوں کو ٹٹولتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں منسٹر کے پیچھے چلنے لگے۔ ممدو کو تسکین سی ملی۔ شکر تھا اللہ کا کہ منسٹر نے گیج نہ دیکھ لئے۔ پھر بھی وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ وہ اس ناگہانی مصیبت کے لئے تیار نہ تھا۔ کیا معلوم تھا یہ اچانک ٹپکا پڑا۔ ویسے بھوک بھی بہت لگ رہی تھی۔ دوپہر دن تو گذر گیا ہوگا اور خورشی بے چاری کوارٹر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اندھیرے میں ..... زیادہ سوچنا منسٹر کے سامنے ٹھیک نہ تھا۔
بادل ناخواستہ وہ راہ دکھانے کے لئے ساتھ چل پڑا۔

منسٹر نے گنج دیکھ لیا۔ پانی کی سطح کو دیکھا۔ بنڈ جانچ لیا۔ سیلاب کی سطح کے متعلق رائے ظاہر کردی۔ صمدو بڑی اہمیت سے گنج دیکھنے کے راز افشا کر رہا تھا۔ ایسا موقعہ روز کہاں آنے کا تھا۔ وہ تو اُس کی قسمت ہی کچھ اچھی تھی۔ "حضور ..... تو اِدھر یہ بنڈ کا حصّہ ذرا کچھ کمزور ہو گیا ہے۔" صمدو کی زبان فرفر چل رہی تھی "میں نے حضور رپورٹ کر دی ہے ..... ہاں جناب .... گھنٹے گھنٹے بعد گنج دیکھ دیتا ہوں۔ چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہوں حضور ..... ایسا آدمی ..... جناب یہیں تو رہتا ہوں ..... اِس کوارٹر میں جناب ..."

معاینہ کرتے کرتے منسٹر صمدو کے کوارٹر کے سامنے پہنچ گیا۔

"سرکاری کوارٹر ہے جناب ..... حضور ..... تبھی تو چوبیس گھنٹے ڈیوٹی ....." "اچھا ....." منسٹر نے اُس کی بات کاٹ دی "دیکھیں کیسا ہے یہ کوارٹر؟

اور صمدو کو یقین نہیں آیا کہ اِتنا بڑا منسٹر اُس کا کوارٹر دیکھ لیگا۔ اُس کی گندی کوٹھڑی جس میں ہوا آنے جانے کے لئے ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی نہ تھی جو باہر سے پتھروں کا بنا تھا۔ یہ اندر جس کا فرش کچا تھا شاید بنانے والے فرش پکّا کرنا بھول گئے تھے۔ فرش پر دریا کی نمی نے رِس رِس کر سیل جما دی تھی۔ جس کی دیواروں پر چولھے کے دھوئیں نے اِتنی کالک پوت دی تھی کہ کچھ دکھائی نہیں اور چھت گئی۔ یہ کمرہ دراصل سٹور روم تھا۔ یہ گنج ریڈر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا کواڑ نہ ہونے کے باعث صمدو کو رہنا پڑتا تھا۔ جہاں ایک کونے میں سرکاری سامان، ٹوٹے پھوٹے بکس، پھاوڑے اور درانتیوں کا ڈھیر تھا۔ دوسرے کونے میں جلانے کے لئے لکڑی اور اپلے اور سوکھے پتوں کا ڈھیر۔ تیسرے کونے میں باورچی خانہ اور آخری کونے میں اُٹھنے بیٹھنے اور سونے کی جگہ۔ اِن چاروں کونوں کا توازن رکھنے کے لئے خورشی بیچاری کی کمر دُہری ہو جاتی تھی۔ اور خورشی اس وقت بھی....... اس کواڑ کی گھٹی گھٹی فضا میں..... یکا یک کسی انجانے خوف نے اسکے حواس باختہ کر دئے۔ وہ بے تحاشا اُبل پڑا۔ "پر..... پر حضور...... گندی کوٹھڑی..... جناب"

منسٹر نے صمدو کی ہکلاہٹ نہ سنی۔ صمدو کے گلے سے خوف کے مارے آواز ہی نہ نکل پا رہی تھی۔ اُس نے زور سے کہنا چاہا۔ پر سیکورٹی کے آدمیوں کی تیز نگاہوں نے اُسے لڑکھڑا کر دیا۔ وہ سوچ رہے تھے۔ اس مریل سے آدمی میں منسٹر کو روکنے کی جُرأت کیونکر پیدا ہو گئی۔ منسٹر سیدھا بڑھتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ لمحہ بھر کے لئے صمدو کے ذہن میں ننھی سی اُمید کوند گئی۔ شائد خورشی نے اندر سے کُنڈی چڑھائی ہو۔ اُس کا اندازہ غلط نکلا۔ خورشی عورت تھی۔ عورت اپنی سرشت سے مجبور ہو کر کواڑ کی درز سے انہیں جانچ رہی تھی۔ منسٹر نے کواڑوں کو دھکا دیا۔ اور صمدو کا دل دھک سے رہ گیا۔

دروازہ کھلتے ہی اندر سے برتن گرنے کی جھنجھناہٹ ہوئی۔ کوئی بلی ہو گی۔ منسٹر نے آنکھوں پہ زور دیا۔ یکا یک وہ چونک کر پیچھے ہٹا۔ اندر خونی کونے میں سکڑ کر اپنے ننگے بدن کو نامحرم نگاہوں سے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی ۔

×××××

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رشتہ..........

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"ہمارے فنکار اور کاریگر جو آج تک غربت میں مبتلا رہے ہیں۔ اس سکیم کے تحت خوشحال ہو جائیں گے۔ ان کے بال بچے فاقہ کشی کا شکار ہونے کے بجائے پیٹ بھر کر روٹی کھائیں گے۔ انہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا میسر ہوگا۔ اسی نئی سکیم کے تحت فنکاروں اور کاریگروں کو قرضہ دیا جائے گا۔ ان کے لئے دوکانوں کا بندوبست کیا جائے گا۔ اس طریقے سے وہ بڑے دوکانداروں کے مرہون منت نہ رہیں گے۔ خود سامان بنا کر بیچ سکیں گے۔ یہ قرضہ خاصکر لکڑی کا کام کرنے والے، پیپر ماشی کا کام کرنے والے، قالباف اور ایسے ہی دوسرے دستکاروں کے لئے ...."

چلتے کمیٹی کا ریڈیو تھرتھراتی آواز فضا میں بکھیر رہا تھا۔ راہ چلتے لوگ بھی اعلان سننے کے لئے رک سے گئے تھے۔ پیپر ماشی کا نام سن کر رمضان جو کا ذہن اعلان سے ہٹ گیا۔ چہرے پر ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھیں بے چینی سے چمک اٹھیں اور وہ اعلان ادھورا ہی سنے تیل کا برتن احتیاط سے سنبھالتا ہوا گھر کی اور بڑھا۔

——— گلی کے آخیر میں اس کا ڈربے نما مکان تھا۔ مکان کے بعد ملیباروں کے کھیت شروع ہو جاتے تھے۔ اس لئے شہر کے گنجان آباد علاقے میں رہتے ہوئے بھی وہ میدانوں کی وسعتوں سے مانوس تھا۔ وہ مکان کی پچھلی کھڑکی پر ہی بیٹھا کام کیا کرتا تھا جہاں سے وہ ملیباروں کے کھیت ..... کھیتوں کے بعد ہریالی میں ڈوبا "میر"[1] کا پانی ..... اور دور ..... بہت دور شنکر آچاریہ پہاڑی اور پہاڑی کے اوپر دھندلا دھندلا مندر بھی دیکھ سکتا تھا۔ سامنے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۱۔ نالہ

رنگ رکھے ہوئے ہوتے ...... دو چار برش فرن کے دامن میں لٹکے رہتے اور کمرے کے اندر اُجلا اُجلا پیپر ماشی کا سامان بکھرا رہتا۔ جو زندگی کی عکاسی کے لئے اُسکی سوکھی لمبی نازک انگلیوں کا منتظر ہوتا تھا۔ بارہا اُس نے اس سامان پر آرٹسٹ کے خاکوں سے بنائے گئے بیل بوٹوں کے بجائے کام کرتے ہوئے ملیاروں کی تصویریں بنائی تھیں۔ تھکے تھکے..... جھکے جھکے کمر..... ننگی پیٹھ پر جمی مٹی میں پسینے کی لکیروں کے جال .... ہاتھوں میں پھاوڑے سنبھالے .... زمین کا سینہ چیرتے ہوئے زن و مرد .... ملیاروں کی عورتیں .... پریشان بال پھیلائے شلغم چھانٹتی ہوئی ..... پالک کے پتوں میں اُن کی اُنگلیاں تیز قینچیوں کی طرح چلا کرتی تھیں۔

بہت دفعہ تو ان انگلیوں کی تیزی اُسے اپنی انگلیوں میں پنہاں جادوگری کو بھی بھلا دیتی تھیں۔ اور وہ کام روکے بہت دیر ان انگلیوں کو پالک کے پتوں میں آنکھ مچولی کرتے دیکھا کرتا تھا۔ اُس نے ان انگلیوں کی تیزی کو اپنے پیپر ماشی کے سامان میں مقید کر دیا تھا۔ پالک کے پتے .... اچھے بُرے شلغم ...... شلغم کے ڈھیر کے گرد دھرنا مارے۔ خوبصورت بدصورت عورتوں کی پرچھائیں اُجلے اُجلے پیپر ماشی کے سامان پر عجیب نکھار حاصل کر جاتیں۔ اور لوگ اُسکے سامان کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

——— گلی کے نکڑ سے اُسے بیوی کا جانا پہچانا لال فرن دکھائی دیا۔ دروازے کے اندھیرے میں لال فرن ایسا لگتا تھا۔ جیسے کسی نے لال مرچ ٹانگ دی ہو۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اس کا منہ کڑوا ہو گیا - دیر ہو جانے کی وجہ سے ہاجرہ کا چہرہ بھی لال ہو گیا ہو گا - اور چیچک کے ہلکے داغ واضح ہو گئے ہوں گے شاید غصے ہو کر بری طرح سے ہاتھ مسل رہی ہو گی ..... غصے ہو گئی ہو گی - تو ہونے دو .... بڑی صاحبزادی ہے نا ..... ہوں"
"کہاں رہے اتنی دیر ..... کھانا آج پکانا نہیں کیا" ہاجرہ اس کے نزدیک پہنچتے ہی برس پڑی - اور تیل کا برتن چھین کر دروازے کی تاریکی میں گم ہو گئی - دروازہ پرانے بوسیدہ مکان کا حصہ تھا - مکان کیا تھا - کھردری لکڑی کے پھٹوں کا چوکھٹا جسے لگاتار کھرپا مٹی کے لیپن نے جوتے کے خالی ڈبے کی شکل میں بدل دیا تھا - چھت پر کی مٹی لگاتار بارشوں نے کھرچ کر آدھی سے زیادہ بہا دی تھی - کناروں پر تو بوجھ بستر کی نہیں صاف دکھ رہی تھیں - اس سال چھت پر مٹی نہ ڈال دی گئی - تو سردی بھر چھت ٹپکنے کا اندیشہ تھا - رمضان جو دروازے کے مانوس اندھیرے میں داخل ہوا - کمرے کے ایک طرف چولھے میں آگ بھڑک رہی تھی - چولھے پر ایک بہت بڑی دیگچی چڑھی پڑی تھی جس میں بیر ماشی کا سامان بنانے کے لئے چیتھڑے اور کاغذ ابالے جاتے تھے - کمرے میں تاریکی تھی - وہ تو چولھے میں شعلے بھڑک رہے تھے - اور ہاجرہ کی تاریک جھلی بلیٹھ واضح کر رہے تھے - ورنہ اسکی کمزور نگاہوں کو ہاجرہ نظر نہ آتی -

"چیتھڑے ابل گئے" رمضان جو نے یونہی پوچھا - اسے احساس تھا کہ اس نے بہت دیر کر دی تیل لانے میں - دن کی روشنی میں ہی کھانا پک جاتا - تو مٹی کے تیل کا لمپ جلانے کی نوبت نہ آتی اور تیل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بیچ جانا۔

"ابھی پوری طرح اُبلے نہیں ہیں۔ ہاجرہ نے بیٹھ ٹھہرنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ رمضان جو کو جھٹکا سا لگا۔ اُس کا جی چاہا اُلٹے پیروں واپس ہو کر اپنے کمرے میں دم لے۔ لیکن قدم نہ اٹھتے تھے۔ اعلان سنانے کو جی مچل رہا تھا اس لئے بات بنانے کے لئے وہ پھر بول پڑا۔

"مُما کہاں ہے"؟

"کھیل رہا ہوگا کہیں.... باپ بیٹے ایک جیسے جو ٹھہرے"۔

...... ہاجرہ کی تیز آواز کمرے میں گونج اُٹھی۔ ایکدم رمضان جو سے سہا نہ گیا۔ اور وہ واپس لوٹنے لگا۔

"اب کہاں کا دورہ لگانا ہے" ہاجرہ بیٹھ ٹھہرنے پر مجبور ہوگئی اُسے معلوم تھا۔ اُس کا خاوند زیادہ بے رخی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور رمضان جو کو تسکین سی ملی۔

"بس غنی جو کے پاس جا رہا ہوں"۔.... پیسے تو ختم ہونے لگے ہیں یار۔ ..... بقایا لینا آؤں"۔ وہ دہلیز پر ہی بیٹھ گیا۔ اب تو اُسے بار بار سہارے کی ضرورت پڑتی تھی۔ شاید بوڑھا ہو گیا تھا وہ۔ یہی کوئی چالیسواں سال تھا اسکی عمر کا "سامان تو تیار نہیں،.... کس مُنہ سے جاؤ گے"۔ ہاجرہ نے اُسے یاد دلایا۔

"غنی جو کے ہاتھ سامان نہیں بیچنا ہے۔ اب تو خود بیچا کریں گے"۔ رمضان جو کو اُبل پڑنے کا موقعہ مل گیا۔ ہاجرہ اُسے ایک ٹک دیکھنے لگی۔ "ابھی ابھی ریڈیو سن کے آ رہا ہوں۔..... تبھی نیل لانے میں دیر ہو گئی۔ سُن....." رمضان جو کو یکایک خیال آ گیا۔ کہ کاش ہاجرہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُسے اتنی بے یقینی سے نہ گھورے۔" اعلان میں کہا گیا۔ حکومت ہم کو قرضہ دے گی۔ ہمارا سامان بیچنے کے لئے دکانیں کھولے گی۔ خود سامان بنائیں گے۔ خود بیچیں گے۔ اور اُجرت پوری وصول کریں گے پھر دیکھنا ٹھاٹ ہمارے۔" "میں کہہ رہی ہوں۔" ہاجرہ ڈر سی گئی۔ غنی جو ان کی عمر بھر کی اسامی تھا۔ یہ ٹھیک تھا۔ کہ وہ نصف قیمت پر مال خریدا کرتا تھا۔ اور ولاسے بھی تو نصف قیمت پر خریدتا تھا۔ لیکن موقعہ بے موقعہ روپے تو دیا کرتا تھا۔ چاہیے سامان بنانے میں کچھ دیر ہی ہو جائے۔ جب کبھی ہاجرہ کو روپے پیسے کی ضرورت پڑتی تھی۔ تو رمضان جو سے کہے بغیر ممّا کو غنی جو کے ہاں بھیج دیا کرتی تھی۔ اور غنی جو بھی بغیر کسی حیل و حجت کے روپے ممّا کے ہاتھ بھیج دیا کرتا تھا۔ بعد میں رمضان جو کے ساتھ حساب، کتاب کرتا۔ یہ ٹھیک تھا رمضان جو کو ہاجرہ کی یہ حرکتیں بُری لگتی تھیں۔ بہت دفعہ تو ہاجرہ سے لڑائی جھگڑے پر بھی نوبت آ گئی تھی۔ رمضان جو نے ہاجرہ کو بارہا سمجھایا تھا۔ کہ ایسا کرنے سے غنی جو کے ہاتھ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ وہ حساب میں ہیر پھیر کرتا ہے۔ لیکن ہاجرہ نے کبھی خاوند کی بات پر دھیان نہ دیا۔ دھیان بھی کیسے دیتی۔ اُسے تو یقین ہو چلا تھا۔ کہ رمضان جو میں کام کرنے کی وہ پرانی صلاحیت اب باقی نہیں۔ کچھ بدن کی کمزوری۔۔۔۔۔ کچھ عمر کا تقاضا اور کچھ ممّا کا قصور وہ تو ہاجرہ یہ داؤ چلا کر رمضان جو کو کام کرنے پر مجبور کر دیتی تھی ورنہ رمضان جو ممّا کے ساتھ دن بھر گھومتا پھرتا۔۔۔۔۔۔ ہنستا کھیلتا۔ کام کم ہوتا۔ اور فاقوں تک نوبت آ جاتی غنی جو نے بھی کئی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بار کارندے کے ہاتھ کہلا بھیجا تھا۔ کہ وہ روپے ہاجرہ کو بُرد سے پر بھیج رہا ہے۔ رمضان جو کو تو وہ پھوٹی کوڑی بھی پیشگی نہ دیتا۔۔۔۔۔ بھلا غنی جو جیسی اچھی اسامی کہاں ملنے کی تھی۔ اسامی نہیں تھی۔ غیبی سہارا تھا۔ ہاجرہ کو محسوس ہوا۔ غنی جو سے بگاڑ کر اس گھر کی خیر نہیں اس لئے وہ کہتی گئی۔ "جب فرصت مل جائے گا۔ تب اس کا کام نہ کرنا۔ پر ابھی سے اسامی کو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔۔۔۔۔ کون جانے کل کیا ہو؟"

"میں جانتا تھا۔ تم اعتبار نہ کرو گی۔ اری نیک بخت ان کانوں سے خود ریڈیو سُن آیا ہوں بھلا ریڈیو والوں کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی"۔ رمضان جو تنکے کے سہارے کو بھی گنوانا نہ چاہتا تھا۔ "میری مانو تو جلدی کرنا اچھی نہیں۔۔۔۔۔ خدا کو کیا جواب دو گے۔ اب تک غنی جو نے تمہیں ہر بے موقعہ مدد دی۔ اب اُسی سے دغا کرو گے"

ہاجرہ نے خاوند کے تیور پہچان کر آخری حربہ استعمال کیا۔ ایک ماں اور بیوی کی حیثیت سے اس گھر کے چوکھٹے کی حفاظت کرنا اس کا فرض تھا۔ پر رمضان جو پر اُلٹا اثر پڑ گیا۔ "دیکھ ہاجرہ۔۔۔۔۔ اس میں دغا کا کوئی سوال نہیں"۔ رمضان جو غصے ہو گیا۔ "ہم اس کا دیا تھوڑی کھاتے ہیں۔۔۔۔۔ کام کرتے ہیں۔ تب پیسے ملتے ہیں۔۔۔۔۔ میری مرضی ہے چاہئے اس کا کام کروں یا نہ کروں۔۔۔۔۔ سمجھی۔۔۔۔۔ اور دیکھ دیگچی کے نیچے آگ تیز کر دینا۔ لئی بن جائے۔ تو میں نئی دوکان کے لئے سامان بنانا شروع کروں گا"۔ ہاجرہ نے کچھ کہنا چاہا۔ پر وہ مزید سُننے کیلئے تیار نہ تھا۔ اعلان سن کر اس کے تھکے ذہن میں جو کچھ نئی راہیں اُبھر آئیں تھیں۔ ہاجرہ کے ڈر اور خوف نے انہیں کافی موہوم بنا دیا تھا۔ اب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُسے احساس ہو رہا تھا۔ کہ واقعی اُسے غنی جو سے جھگڑا نہ کرنا چاہیئے بلکہ کوئی بہانہ بنا دینا چاہیئے ——— گھر سے باہر نکلتے ہی مُما بھی کہیں سے کیچڑ میں لت پت اُس کا راستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ پھٹے کالے فرن میں وہ اس کا مُما نہیں لگ رہا تھا۔ بلکہ کوئی یتیم بے سہارا بھک منگا۔ فرن کی پھٹی درز سے اُبھرا پیٹ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ غنی جو کو دھچکا سا لگا۔ آج پہلی دفعہ اُسے شدت سے محسوس ہوا۔ کہ مُما کے پاس پہننے کو فرن نہیں۔ اُس کے پیر ننگے ہیں۔ کیچڑ اور بارش میں گھوم کر ننگے پیروں میں زخم پڑ گئے ہیں۔ محسوس ہوتے ہی اُسے اپنے آپ سے نفرت سی ہو گئی۔ کیا حاصل اُس کے کام کا دن دن بھر کام پر زندگی نچھاور کرنے کا........ کیا فائدہ اس کی فنکارانہ نازک انگلیوں کا جب وہ ان انگلیوں سے مُما کی زندگی نہ سنوار سکتا ہو۔ اُس کے پیروں کو ٹھنڈ اور زخموں سے نہ بچا سکتا ہو۔ اس کا تن نہ ڈھانپ سکتا ہو۔ بیچارہ........ اس کا لاڈلا مُما...... اُس کی بوڑھی زندگی کا سہارا........ آنکھوں کا تارا........ رمضان جو کو آنکھوں میں نمی اُبھرتی محسوس ہوئی۔

"مُما اس کا گریبان ہلا رہا تھا۔ کہاں جا رہے ہو بابا"

"میں غنی جو کے پاس جا رہا ہوں........ تم کہاں تھے۔ اتنی دیر"۔ وہ حسب معمول لہجے کو کرخت بنانے کی کوشش کرنے لگا پر نہ معلوم کیوں اُس کی آواز میں آج سختی پیدا نہ ہو سکی۔

میں تو کھیل رہا تھا بابا...... بابا میں بھی غنی جو کے پاس جاؤنگا۔ مُما بول اُٹھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"نہیں...... کیچڑ میں ساتھ نہیں لے جاؤں گا...... اور ہاں کیچڑ میں کھیلنا چھوڑ دے........ سمجھے...... دیکھ تو پیروں کا ستیا ناس کر دیا ہے۔" رمضان جو اس کے بال سہلا رہا تھا۔ ڈما کے کھردرے بالوں کا لمس بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

"مگر بابا...... میں بھی چلوں گا۔ تمہارے ساتھ" ڈما مچل گیا کیونکہ جب کبھی وہ باپ کے ساتھ غنی جو کے ہاں جاتا تھا۔ تو لوٹتے وقت غنی جو اسکو کشمش کے دانے یا بادام کی کچھ گریاں اور کبھی کبھار پیسہ دو پیسہ بھی دیا کرتا تھا۔ "نہیں بیٹا...... کیچڑ میں ننگے پیر چلنے سے زخم ہو جاتے ہیں...... میں لوٹتے ہوئے تمہارے لئے جوتے لے آؤنگا۔ تب تم میرے ساتھ گھومنے جایا کرنا...... لے...... یہ پیسہ۔ کچھ کھا لے...... ماں سے نہیں کہنا...... ہاں"

رمضان جو نے نیل لانے کے پیسوں سے یہ ایک پیسہ چھپا رکھا تھا۔ سوچا تھا۔ سگریٹ پی لے۔ حکیم صاحب کے کہنے پر ہاجرہ نے حقہ بالکل بند کر دیا تھا۔ وہ تو اعلان سن کر اس کا ذہن سگریٹ پینے سے ہٹ گیا تھا۔ شاید غنی جو کے ہاں کچھ پیسے مل جائیں گے۔ تو واپسی پر...... اور ڈما کو پیسہ پکڑاتے ہوئے اُسے کچھ زیادہ خوشی محسوس نہ ہوئی ——— غنی جو کا چار منزلہ مکان آس پاس کے بہت مکانوں پر چھایا ہوا سا نظر آ رہا تھا۔ کھڑکیاں نئے طرز کی بنی تھیں۔ اونچائی میں لمبی اور چوڑائی میں کم۔ کھڑکیوں میں لمبے لمبے شیشے جڑے تھے شیشوں کے اندر نیلے پردوں کی سلوٹیں لہروں کی طرح لگ رہی تھیں۔ اور بڑی بھلی لگ رہی تھیں۔ پر لالی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رنگ کی اینٹوں میں چُنی گئی کھڑکیوں کے چوکھٹوں کا سبز ہی مائل رنگ اچھی طرح نہ اُبھرتا تھا۔ رمضان جو کی فنکارانہ نگاہیں ہر آنی دفعہ یہ غلطی محسوس کرتی تھیں۔ مکان کے برآمدے کے سامنے ہی پتھر کی سیڑھیاں فن سنگتراشی کا ایک عام نمونہ تھیں سیڑھیاں چڑھ کر دائیں ہاتھ بائیٹھک کا دروازہ تھا۔ جہاں بیٹھے بیٹھے ہی غنی جو اتنا بڑا بھاری کاروبار چلایا کرتا تھا۔ جوتا نکال کر اپنے پگڑ کو احتیاط سے پردے سے بچاتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گیا۔ سامنے غنی جو بڑے سے تکیے کا سہارا لئے ریشم کا فرن پہنے بیٹھا تھا۔ شانوں پر دوسہ پریشان تھا۔ ا ہاتھ سے حقے کی نے منہ سے الگ کر کے اُس نے سر کے اشارے سے رمضان جو کی سلام کا جواب دیا۔ اور رمضان جو بیٹھ گیا۔

"کہو بھئی رمضان ..... اچھے تو ہو" غنی جو کی گھنی مونچھوں سے الفاظ ٹپک پڑے۔ "دعا ہے حضور کی..... " رمضان جو نے رسمی طور پر جواب دیا۔

"کام کر لائے ..... غنی جو نے پوچھا۔

جی..... جی نہیں حضور .... بات یہ ہے کہ اور وہ بے تحاشا الفاظ ڈھونڈھنے لگا۔

"کیوں . . . . " غنی جو نے پھر پوچھا۔ لہجے میں کچھ تیزی تھی۔

بات یہ ہے۔ جی ...... کہ ..... کہ حکیم صاحب نے کہا ہے۔ کچھ دن آرام کر لو" رمضان جو سے بہانا تراشا۔

غنی جو نے حقے کی نے منہ سے دور کر دی۔ بھئی رمضان.....

اب ایسے تو کام نہیں چل سکتا۔ ہندوستان سے بہت بڑا آرڈر آگیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تم نہ کروگے تو کون کرے گا؟"

"پر حضور ...... حضور کام کیسے کروں"۔ رمضان جو جھوٹ بولنے میں بے باک ہوتا گیا۔ "ذرا سا کام کرنے سے سر میں درد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا ہے کہ کچھ دن آرام نہ کروں۔ تو اندھا ہو جانے کا خطرہ ہے"۔ "بھئی مجھے ان حکیموں پر بھروسہ نہیں ...... کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ آنکھیں .... کہو تو میں ایک جان پہچان کے ڈاکٹر کا نام چٹھی لکھ دوں ...... وہ ملاحظہ کرے گا۔ مجھے ان حکیموں پر بھروسہ نہیں"..... غنی جو نے پیشکش کی۔ اور رمضان جو پشیمان سا ہوا۔ بیچارہ کتنی ہمدردی سے رائے دے رہا ہے۔ جی نہیں چاہ رہا تھا کہ ناطہ توڑ دے۔ اس سے واقعی اُسے کسی ڈاکٹر کے پاس جاکر آنکھیں دکھانی چاہئیں۔

"حضور ...... اتنی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں .... حکیم کے علاج سے کچھ افاقہ ہو رہا ہے"۔

"خیر تمہاری مرضی ہاں لیکن کچھ نہ کچھ کام کرنا پڑے گا۔ تمہیں اس آرڈر کا سمجھے ...... بھئی آرڈر ہاتھ سے یوں تو نہیں جانے دیں گے ...... ذرا سا کام کرنے سے آنکھیں خراب نہیں ہوں گی ......"

غنی جو نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ رمضان جو تذبذب میں پڑے گا۔ اقرار کرے کیسے۔ نئی دوکان کے لئے بھی سامان تیار کر کے رکھا تھا غنی جو نے اُسکی خاموشی سے فائدہ اٹھایا۔ وہ دُوسہ اوڑھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ واضح اشارہ تھا۔ رمضان جو بھی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور دھیرے سے کہنے لگا۔ "حضور کچھ روپے باقی تھے ...... دوائی پر حضور آج کل کچھ زیادہ خرچ آرہا ہے"!

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"اس وقت کوئی روپیہ نہیں ہے۔ کل پرسوں تک کچھ سامان بنا کر لے آنا۔ اُسی دن پیسے لے جانا"۔ اور غنی جو ملحق کمرے کا پردہ ہٹا کر اندر چلا گیا۔ رمضان جو کے لئے انکار کوئی نئی بات نہ تھی۔ لیکن انکار کے ساتھ بشرطیکہ سن کر وہ ذرا گھبرا اُٹھا۔ خیر کوئی پروا نہیں...... قرضہ تو مل ہی جائے گا۔ تب تک وہ ادھار چلا کر گذارہ کر لے گا۔ لیکن غنی جو کو سامان نہیں دے سکتا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح وہ پتہ پوچھ پوچھ کے قرضہ دینے کے دفتر پر پہنچ گیا۔ کلرکوں کی منّت زاری کر کے اُسنے درخواست لکھوا دیا۔ چپراسی کا مُنہ میٹھا کر کے اُسے درخواست صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ اور صاحب نے اُسے اندر بُلا لیا۔ چک اُٹھا کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بھونچکارہ گیا۔ جی چاہا اُلٹے پیر بھاگ نکلے۔ اندر صاحب کے ایک طرف غنی جو اپنا بھاری بھرکم بدن کرسی پر پھیلائے صاحب کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ منہ میں دبی سگریٹ ہونٹوں ہلنے سے اُچک رہا تھی۔ رمضان جو بُری طرح گھبرا گیا۔

"ارے رمضان ..... تم بھی قرضہ لینے آ گئے ہو"۔ غنی جو چونک اٹھا۔ رمضان جو کو حلق سوکھتا محسوس ہوا۔ دل میں ہلکا ہلکا ڈر پیدا ہونے لگا۔ اس سے واقعی غلطی ہوئی۔ کہ ماجرہ کا کہا مان لیا عورتیں کم عقل جو ٹھہریں۔ کل غنی جو سے مردانہ وار صاف صاف کہا ہوتا۔ تو آج اتنی خفت نہ اٹھانی پڑتی۔ اب تو آنکھیں ملانی مشکل ہو رہی تھیں غنی جو کے لہجے کی تیزی بُری لگ رہی تھی۔ "بھلا مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر کو بھی..... اپنا کاروبار شروع کرنے کا ارادہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے کیا...... ؟"

"میں...... میں..... جی بس یہی...... " وہ ہکلانے لگا۔

"کوئی بات نہیں..... کوئی بات نہیں...... ترقی کرنے کا سب کو حق ہے۔ اب حکومت جو اپنی ہے۔...... کیوں ہے نا...... " غنی جو کے لہجے میں طنز کے تیز نشتر چھپے پڑے تھے۔ وہ خون کے گھونٹ پی کے رہ گیا۔ غنی جو کہتا جا رہا تھا " سنا آپ نے...... یہ آدمی میرا کام کرتا ہے۔ برسوں سے میرا اس کا کاروبار ہے۔ جی ہاں...... لیکن اس نے قرضے کے متعلق مجھ سے بالکل ذکر نہ کیا۔ شاید اب میرے ساتھ کاروبار کرنا اسے پسند نہیں....... اب اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہے.... ہا ہا ہا......"

غنی جو کی مسکراہٹ زہر سے لبریز تھی۔ رمضان جو سے اور نہ سہا نہ گیا۔ اس کا جی چاہا کہہ دے اب جو تم صاف صاف سنانے پر مجبور کر رہے ہو۔ تو سن لو۔ مجھے تم سے نفرت ہے...... بے حد نفرت ہے۔ تم نے میرا خون نچوڑا ہے۔ مجھ سے آدھے داموں پر سامان خرید کر دوگنے داموں بیچا ہے۔ میں بدھو نہیں۔ یہ ہیر پھیر تم نہ کرتے۔ مجھے تم نہ لوٹتے تو یہ کوٹھیاں اور بنگلے کہاں بناتے۔ یہ اوڑھے ہوئے دوسے کہاں سے خریدتے۔ اور اب جو میں اپنی محنت کے بل بوتے پر جینے کی کوشش کرتا ہوں۔ تو تم نہیں چاہتے۔ یہ حق مجھے حاصل ہو..... کیوں...... لیکن یہ تمہارا خیال خام ہے۔ حکومت ہماری ہے۔ ہم جیسے خون پسینہ بہانے والوں کی ہے۔ وہ ہماری سنیں گے...... مجھے قرضہ ملے گا۔ ضرور ملے گا۔ چلتے ہو تو چلو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

......وہ بہت کچھ کہہ دیتا۔ اپنی عمر کے چالیس برسوں کے چرکے، دھوکے، وعدے جو کبھی ایفا نہ ہوئے تھے۔ وہ سب کچھ بکھیر کر اس کمرے کی ٹھنڈی صاف ستھری فضا کو مکدر بنا دیتا۔ تاکہ کچھ دیر غنی جو بھی پیپ اور خون سے مانوس ہو۔ جو غنی جو کی نگاہوں سے دور اندھیری اُجڑی کوٹھڑیوں میں رہا کرتا ہے۔ لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا غنی جو صاحب کا دوست تھا۔ صاحب ناراض ہو جائے۔ تو شاید فرق نہ پڑے۔ اور واقعی صاحب اُسے عجیب نظروں سے تک رہا تھا جیسے وہ رمضان جو فنکار نہ تھا۔ جو اپنی سوکھی انگلیوں سے اپنی ڈوبتی آنکھوں کی جوت ناکارہ چیتھڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں پر پھیلا کر انہیں شاہکار بنا دیتا ہے۔ بلکہ کوئی چور آچکا جو غنی جو کی جیب کاٹنے پر تلا ہو۔ صاحب اُسے گھور رہا تھا۔ یا شاید یہ اس کا اپنا وہم تھا۔ وہ ناحق اپنے ذہن کو اُلجھا رہا ہے۔ اُسے تو ابھی صاحب کی باتوں کا بھی جواب دینا ہے۔ صاحب کو اپنی غربت کی داستان سنانی ہے۔ لیکن صاحب نے اُس سے کچھ نہیں پوچھا۔ صرف کہہ دیا "تم جا سکتے ہو۔ تمہاری درخواست پر غور کیا جائیگا"—— آنے والے دن مایوسی سے لبریز تھے۔ آسمان گھنے پیلے بادلوں سے پُر رہتا۔ دن کو بھی شام کا گمان ہوتا تھا۔ کبھی کبھی برف کا ایک آدھ گالا گرتا۔ تو رمضان جو کا اُداس دل تھوڑی دیر کے لیے بہل جاتا تھا۔ ورنہ کیچڑ بارش کی جھنجھناہٹ اور ملیاروں کے برہنہ کھیت اُسکے ذہن کو تھکا دیتے۔ دفتر جاتے وقت اُسکا دل کچھ بہل جاتا تھا۔ دفتر میں کلرکوں اور چپراسیوں کی سرد مہری کو وہ نظر انداز کر جاتا۔ ابھی اُسکی عمر ہی کیا تھی۔ امید کی کرن تو ابھی تک ٹمٹما

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بھلا وہ کیسے اسے ہاتھ سے جانے دے۔ اپنے آپ کو جان بوجھ کر دھوکہ دیتا۔ گھر پہنچ کر ممّا سے بے نیاز ...... ہاجرہ سے بے پرواہ .... گھر دنیا سے غافل سامان پر گل بوٹے بناتا رہتا۔ گل بوٹے بناتے بناتے وہ تخیل کی وادیوں میں کھو کر پھولوں کو توڑتا ملتا۔ رواں جہلم کی سست لہروں پر خوبصورت سپرنگ شکاروں میں بہتا ...... پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کے سفید شفاف تودوں سے لپکتا پھسلتا تخیل کی یہ رنگین وادیاں ڈبوں پر جنم لیتیں۔ اور وہ ڈبوں کا اچھی طرح سے جائزہ لینے کیلئے ڈبے آنکھوں سے ذرا دور رکھ دیتا۔ ڈبے کی حدیں واضح ہوتے ہی ملگجی کوٹھڑی کی حدیں بھی واضح ہو جاتیں۔ دکھ درد کی لکیریں ابھر آتیں۔ ممّا بہت بیمار ہے۔ گھر میں دو دن سے کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں۔ اب بھوک سہی نہ جاتی تھی۔ دوکاندار بلن نے ادھار دینے سے قطعی انکار کیا۔ آخر کہاں تک وہ بھی ادھار دیتے رہیں گے۔ قریباً دو مہینے ہو گئے تھے۔ ادھار لیتے لیتے اور حکیم صاحب نے تاکید کی تھی۔ کہ دوائی کے ساتھ ممّا کو چوزے کا شوربہ پلایا جائے ورنہ دوا سے فائدے کے بجائے نقصان ہونے کا احتمال تھا۔

ہاجرہ ہمسایوں کے پاس اپنا ایک ہی فرن گروی رکھنے گئی تھی۔ تاکہ ممّا کے لئے چھوٹا سا چوزا خرید سکے۔ بھلا وہ جھوٹی امیدوں پر کب تک بھوکی رہے گی۔ کئی بار ہاجرہ نے کہا تھا۔ کہ جاکر غنی جو کو سامان دے آؤ۔ واقعی ہاجرہ ذرا زیادہ زور دیتی۔ یا اپنے مخصوص انداز میں مچل پڑتی۔ تو وہ اب تک کب کا غنی جو کے پاس گیا ہوتا۔ ہاجرہ کے [illegible] کبھی [illegible] پہنچتی تھی۔ پر شاید ہاجرہ نے بھی اب جانے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں اسکی امیدوں کے سہارے اپنے کچھ سہارے کھڑے کئے ہونگے
بیوی جو ہے اُسکی ...... کاش ہاجرہ اُسے مجبور کرے ...... اس کا
اپنا دل تو تیار نہیں ۔ غنی جو کے پاس جانے کو ...... آگ لگے اپنے دل کو
...... جو بگڑتی حالت سے بے نیاز ہوائی قلعے تعمیر کرتا پھرے .....
ہوائی قلعے اور جھوٹی اُمیدیں ...... ہوں ...... وہ بھی بڑا بیوقوف ہے
جو ریڈیو پر دل بہلادے کے کچھ الفاظ سُن کر بہلا گیا ۔ دوکانیں
بنی ہونہیں نواب تک کب کی بن گئی ہونگیں ۔ قرضہ بھی مل گیا ہوتا ۔ اور گھر میں
دو دن سے ایک دانہ بھی نہیں ...... شاید خوراک کی کمی نے ہی اُسکے
بڑھاپے کے سہارے کو لڑکھڑا دیا ۔ ورنہ اچھا بھلا تو تھا اُس کا تُما
...... اُسکی آنکھوں کا تارا ...... بھلا ننھی سی جان کب تک فاقے
برداشت کرے ...... بیچارہ ہڈیوں کا پنجر رہ گیا ہے ۔۔ تُما
سویا پڑا تھا ۔ بڑی مشکل سے اس کی آنکھ لگ گئی تھی ۔ کہیں آہٹ سنکر
جاگ نہ جائے ۔ اسلئے رمضان جو پھونک پھونک کر ڈبوں کو تہہ بہ تہہ
چادر پر رکھنے لگا ۔ یکایک وہ ٹھٹھک گیا ۔ ہاجرہ سیڑھیاں چڑھ رہی
تھی ۔ قرآن گروی نہ رکھ سکی ہوگی ۔ نہیں تو اتنی جلدی واپس نہ لوٹتی ۔
کہیں سے کچھ پیسے مل گئے ہوتے ۔ تو بازار سے سامان خرید لانے میں
دیر ہو ہی جاتی ۔ " کیا کرنا ہے سامان کو " ہاجرہ سر پر پہنچ کر بھی مدھم
دکھائی دے رہی تھی ۔ بہت کمزور ہوگئی ہیں اُسکی آنکھیں ۔ شاید فکر کی وجہ
سے یا شاید زیادہ کام کی وجہ سے ...... " غنی جو کے پاس جا
رہا ہوں " ۔ اُس کے منہ سے یونہی نکل گیا ۔ آنسو آنکھوں سے نکلنے کے
لئے مچل رہے تھے ۔ پر اُسے اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیئے ۔ بھلا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بیوی کے سامنے کیسے رو دے ۔ وہ بچہ تو نہیں .... اور پھر پھر آنکھیں بھی تو خراب ہو گیا اُسکی ۔ رونے سے تو بالکل خراب ہو جائیں گی ...... لیکن وہ رو کے بھی تو کیسے ان آبشاروں کو ...... کیونکر سمجھائے ہاجرہ کو کہ وہ ..... وہ ..... کچھ نہ سوجھکر وہ تیزی سے پوٹلی کے کونے باندھنے لگا ۔

غنی جو کے پاس جاؤ گے سامان لے کر ...... تم ...... تم غنی جو کے پاس جاؤ گے" ہاجرہ بار بار کہہ رہی تھی ۔ یا بار بار منہ چڑھا رہی تھی ۔ اُسے کچھ پتہ نہ چلا ۔ پر اس کا سارا بدن سکڑ سا گیا ۔ جیسے کسی تیز چوٹ کا انتظار ہو ۔

" مُنا کی حالت خراب ہے ۔ روپے کی بہت ضرورت ہے ۔ ہمارا مُنا بیمار ہے نا ...... دو دن سے تم نے بھی کچھ نہیں کھایا " وہ بولتا گیا ۔ خاموشی رہتا ۔ تو نہ معلوم کیا کچھ ہوتا ۔ زلزلہ آتا ۔ طوفان پھٹ پڑتا ۔ آسمان گرتا یا کچھ نہیں ہوتا ۔ کچھ بھی تو نہیں ہوتا ۔ ہوں ۔ دنیا تو بدستور اپنی بے ڈھنگی چال چل رہی تھی ۔ پوٹلی کے کونے باندھ کر وہ جوتے پہننے کے لئے مڑا ۔ دروازے کے پاس ہاجرہ اپنا ایک ہی فرن ہاتھ میں لئے گُم سُم ایسے کھڑی تھی ۔ جیسے اسکی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا ۔ جیسے وہ اسکی حرکتوں سے نامانوس ہو ..... جیسے وہ اپنے خاوند کو ..... مُنا کے باپ کو پہچانتی ہی نہ ہو ۔ رمضان جو رُک نہ سکا بے بسی ہو کر وہ پھوٹ پڑا ۔ دل چھوٹا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں .... مُنا ٹھیک ہو جائے ۔ تو تمہاری دوکان کے لئے ڈھیروں سامان بن سکتا ہے ۔ اور تب تک قرضہ بھی مل جائے گا ۔ دیر ہو ہی جاتی ہے ۔ ان کاموں ۔ آج نہ سہی .... کچھ دن بعد ۔۔ تب تک گذر کر ہی لینگے " اور ہاجرہ ہاتھ میں اپنا ایک ہی فرن سنبھالے کھڑے کھڑے ہی خواہ مخواہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی ؎

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"چور........."

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کُتا بھونکتا جا رہا تھا۔ اور اس کے دل میں خوف اُبھرتا جا رہا تھا۔ کہ کہیں یہ کُتا بھونک بھونک کے سارے محلے کو نہ جگا دے۔

——— کوئی اور رات ہوتی۔ تو وہ اندھیرے کونے سے ہی اپنی ٹانگ تول کے کُتے پر مارتا اور کُتے کے چیخنے چلانے میں عجیب سا لطف محسوس کر کے کسی فلمی گانے کے بول گاتا۔ تاکہ جو لوگ کُتے کے بھونکنے سے نہ جاگے ہوں۔ وہ بھی بڑبڑا کر جاگ کے اُسکی شخصیت سے متاثر ہوں۔ اُن کی تحیر زدہ نگاہیں اندھیرے میں اُسے ٹٹولنے لگتیں۔ اس گلی کے بیچ اتنی رات گئے اُس کی موجودگی کا جواز سوچنے لگتیں۔ اور وہ انکی پریشانی کا لطف اٹھاتے ہوئے گلی کے سرے پر پہنچ کر بازار میں پھوٹ پڑتا۔ پر بازار تک پہنچنے سے پہلے اُس کا سر کئی بار مُڑ کر گلی میں دور کھڑے مکان کی نیلی کھڑکی کا جائزہ لینے لگتا۔ کھڑکی میں لگے ہوئے شیشے ہی صرف نیلے رنگ کے تھے۔ اندھیرے میں یہ شیشے کمرے کے اندر جلتی ہوئی روشنی کے سہارے گلی کے دوسرے طرف والے مکان کی دیوار پر چوکور نیلے دھبے پھینک دیتے تھے انجان آدمی تو ہچکچا جاتے تھے ان نیلے دھبوں کو دیکھ کر گلی کی ویران تاریکی میں جیسے کسی خطرناک درندے کی نیلی آنکھیں سُلگ رہی ہوں۔

پر وہ ان روشنی کے دھبوں سے اچھی طرح سے مانوس تھا۔ وہ اس نیلی کھڑکی سے...... کھڑکی کے نیچے چُنی ہوئی پتھریلی دیوار سے..... دیوار میں چُنے ہوئے پتھروں کی دراڑوں تک سے مانوس تھا۔ وہ اتنا بھی جانتا تھا۔ کہ کونسی دراڑ اتنی گہری ہے۔ جہاں اس کے جوتے کی نوک ٹک سکتی ہے۔ اور کونسی دراڑ اتنی کم گہری جہاں صرف اس کی انگلیاں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہی سہارا پا سکتی ہیں۔ اندھیرے کے باوجود سارا نقشہ اُس کے ذہن میں روز روشن کی طرح عیاں رہتا لیکن جونہی بازار میں پہنچ کر کچھ دور پان سگریٹ کی دوکان کا تیز چمکتا لیمپ اُسکی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا تھا۔ تو وہ بنلی کھڑکی کو بھول سا جاتا تھا۔ اور اُسکے ذہن میں خواہ مخواہ

...... بہت پہلے ...... برسوں پہلے کا زمانہ پھر جاتا۔ جب وہ 22 سال کا جوان نہ تھا بلکہ آٹھ نو برس کا بچہ تھا۔ جو چلنے کے بجائے لڑکھڑایا کرتا تھا۔ اُن دنوں اس دوکان پر پان سگریٹ والے کے بجائے ایک بوڑھے خطرناک حلوائی کا قبضہ تھا ——

برسوں پہلے، ایسی ہی ایک اندھیری رات میں وہ اس دوکان کے تھجے پر مال کے ڈر سے چھپا بیٹھا تھا۔ اس دوکان کے تھجے کو اُس نے اسلئے چن لیا تھا۔ کیونکہ چھجا کافی لمبا چوڑا تھا۔ اور پاس کی دیوار دور کھڑے بجلی کے کھمبے کی روشنی کو تھجے پر پھیلنے سے روکتی تھی تاکہ ماں اُسے ڈھونڈ نہ پائے۔ یا شاید دل کی تسکین کے لئے کیونکہ دن کو حلوائی کسی بچے کو بھی دوکان کے پاس پھٹکنے نہ دیتا تھا۔ بڑا برا تھا وہ حلوائی ..... کسی بچے نے بڑی دھیمے سے دہی چاٹنے کے لئے یا پنیر کے ٹکڑے کے لالچ میں اپنی ہتھیلی آگے بڑھا دی۔ تو اتنی ذرا سی دہی دینے کے بجائے حلوائی پاس پڑے دودھ کے ماپ کا بھر پور چمٹا رسید کرتا تھا۔ وہ خود بھی تو کئی بار چمٹے کھائے تلملا اٹھا تھا۔ دیکھتے دیکھتے ہتھیلی پر لال لال پرچھائیں اُبھر آتیں۔ چنگاریوں کی بوچھاڑ یلغار کرتی۔ اور درد کی لہر ہتھیلی میں سے ہوتی ہوئی آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتی تھی۔ ننھے ننھے آنسوؤں کو مچلتے دیکھ کر بوڑھے حلوائی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی مگر وہ مسکراہٹ پھیل جاتی اُسے بہت دفعہ محسوس ہوا تھا۔ کہ اُسکی ماں بالکل اس حلوائی جیسی ہے وہ تو بھلا ہو اُس کے باپ کا جو موقعہ بے موقعہ پہنچ کر اسکی ماں کو ڈانٹا رہتا تھا۔ اور بچوں کی مائیں تو ایسی نہ تھیں۔ کہ ذرا سا مچل گئے۔ تو مار مار کے جسم ادھ موا کر دیا۔ وہ تو اسکی اپنی ماں مر گئی تھی۔ یہ خراب ماں تو اسکی دوسری ماں تھی۔ اسی لئے تو آج پیٹ پیٹ کے بے حال کر دیا تھا۔ اور اسے بھاگ کر اس چھجے کا سہارا لینا پڑا تھا۔ اتنی اندھیری رات میں..... شاید دس بج چکے تھے۔ سارا بازار تو سنسان پڑا تھا۔ آنکھوں میں نیند اُمڈی چلی آ رہی تھی۔ پر غلبہ پانے سے پہلے ہی پیٹ میں بڑھتی بھوک ٹیس سے اُڑ جاتی۔ بہت دفعہ اُس کے جی میں آیا تھا۔ کہ اٹھ کے گھر واپس جائے۔ پر ماں کا ڈراونا چہرہ یاد آتے ہی اُسکی ہمت جواب دے جاتی۔ بھوک اور تھکن سے نڈھال وہ باپ کا انتظار کر رہا تھا۔ دفعتاً دکان کے اندر سے کھڑ کھڑاہٹ کا طوفان اُمڈ آیا اور وہ گھبرا کر چھجے پر سے گرتے گرتے بچا۔

* ـــــــــ دکان کے اندر شور بڑھتا جا رہا تھا۔ شاید بوڑھا حلوائی اپنی سوکھی لمبی انگلیوں سے چوہوں کو کھرونچ رہا تھا۔ یا پھٹے کھول رہا تھا اُسے محسوس ہوا تھا۔ جیسے بوڑھا حلوائی اندر بیٹھا تاک میں ہوگا۔ کہ کب کوئی بچہ چھجے پر چڑھ جائے۔ اور وہ اس کو پکڑ کر مارے۔ غصے ہو کر اُس کا گلا دبائے۔ ماں بھی تو غصے ہو کر گلا دبا دبا کے مارنے کی دھمکی دیا کرتی تھی۔ اُس نے اٹھ کے بھاگنا چاہا پر جیسے ٹانگوں میں سکت ہی نہ تھی۔ گھبرا کر اُسکی آنکھوں سے خوف اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

درد کی دھاریں پھوٹ پڑیں۔ یکایک "فنیاڈل" کی آواز ویران بازار میں اُبھری۔ اُس نے نگاہوں پر زور دیا۔ پتّے ساکن ہو گئے تھے۔ کھڑکھڑاہٹ کی آواز گم ہو گئی تھی۔ اور ایک کالی بلی چھجے پر سے نیچے سڑک پر چھلانگ مارنے کے لئے اپنے اعضا تول رہی تھی۔

وہ ڈر کے باوجود کھلکھلا کر ہنس پڑا تھا۔ بلی شاید دودھ دہی کے لالچ میں اندر گھس گئی تھی۔ ڈرپوک کہیں کا...... بلی ہنسنے کی آواز سن کر بھاگ گئی۔ پر دکان کے تختے پر اُس کے لئے عجیب خلا چھوڑ گئی۔ اور وہ خلا لمحہ بہ لمحہ وسعت اختیار کرتے کرتے اُس کے ذہن پر طاری ہونے لگا۔ نتیجے ذہن میں عجیب سی اُمنگ ا نے اس پھیلتے خلاء میں سے سر اُبھارا۔ اور پیٹ میں بڑھتی بھوک اس ابھرتی نئی اُمنگ میں ایک تیز سی کسک بھی محلول کرنے لگی۔ یہ ٹھیک تھا۔ اُسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔ اور آج ماں نے اُسے کھانا دینے سے انکار کیا تھا۔ یہ بھی ٹھیک تھا کہ ماں اُسے بار بار بھوکا رکھتا تھا اور اُس نے بھوک سے مغلوب ہو کر رسوئی گھر سے چوری چھپے کچھ نہ کچھ اڑایا تھا۔ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جاتا تھا بھوک کم کرنے کے لئے اور یہ بھی ٹھیک تھا کہ پکڑے جانے پر ماں بُری طرح سے پیٹتی تھی۔ دو دو دن کمرے میں بھوکا بند کر دیتی تھی۔ لیکن وہ تو اُس کا اپنا گھر تھا۔ اپنی رسوئی تھی۔ جہاں وہ بلا روک ٹوک گھوم پھر سکتا تھا۔ اور یہ بوڑھے حلوائی کی دکان...... کیا معلوم ان پھٹوں کی درز اتنی بڑی ہو کہ وہ اندر گھس سکے۔ اُس کا اپنا بدن کچھ زیادہ موٹا تو نہیں...... پیٹ کے بل...... یا شاید کروٹ کے بل

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

...... پہلو ذرا ہلا جُلا کے ...... کوئی آ گیا تو ...... ہوں ...... اس اندھیری رات میں کون آ سکتا ہے ...... دوکان کے اندر بھی تو اندھیرا ہے ...... کڑھائی خالی ہو گی ...... پر نہیں ...... کونے میں کھڑی الماری میں کچھ پنیر کے ٹکڑے ...... کچھ ملائی ...... واقعی اب بھوک سہی نہیں جاتی تھی ...... باپ کبھی ڈیوڑھی پر سے نہیں آیا ابھی ...... شاید رات بھر نہ آئے ...... کوشش کیوں نہ کرے۔ وہ ...... خیالات کی رو میں بہتے بہتے اُس کی کمزور انگلیاں پھٹوں پر زور آزمائی کرنے لگیں ...... پھٹوں میں درز بڑھانے لگیں۔ اور اُس نے اپنا سر درز میں ڈال دیا۔ گردن پر کھردرے پھٹے کا لمس محسوس ہوتے ہی وہ بے طرح گھبرا گیا۔ دم گھٹتا محسوس ہوا۔ انگ انگ میں کپکپی سی دوڑنے لگی۔ ٹھنڈے گرم جھونکے یکے بعد دیگرے بدن کو چھونے لگے۔ دل چاہ رہا تھا۔ کہ کسی طور سر واپس نکال لے پر وہ برابر اپنا جسم اندر کو بڑھاتا رہا۔ اندر دودھ اور دہی کی سوندھی سوندھی خوشبو اُسکو بُری طرح سے کھینچ رہی تھی۔

——— اُس رات پہلی دفعہ وہ باپ کی صورت دیکھ کر خوش نہ ہوا باپ کے لاڈ پیار میں مکاری نظر آ رہی تھی۔ ماں باپ میں تکرار سازش محسوس ہو رہی تھی۔ پہلی بار وہ رات بھر نہ سو سکا۔ خوف اور فکر کا تناؤ اس کی نس نس میں مچلتا رہا۔ ایسا محسوس ہوا تھا۔ جیسے بدن اتنا سخت تناؤ نہ سہہ کر اب ٹوٹ جائے گا۔ اب ٹوٹ جائے گا۔ پر دوسری صبح حلوائی کا ردعمل دیکھ کر اس کا ڈر زائل ہو گیا۔ اس کی حرکت بلی چوہوں کے سر منڈھ دی گئی۔ حلوائی کی بے کسی، بے بسی دیکھ کر وہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بہت ناخوش ہو گیا تھا ۔ بدن میں رات بھر پھیلے تناؤ کی جگہ تھکن نے لے لی پر اس تھکن میں عجیب سی تسکین تھی ۔ بہت مسرت سی ہوئی اسے اس مرحلے سے گزر کے .... جیسے بہت سخت نشہ ٹوٹ گیا ہو ۔ اور وہ مدہوش سا ہو گیا تھا ۔ یہ مدہوشی ..... یہ نشہ .... یہ مسرت اسے پہلے کبھی میسر نہ ہوئی تھی ۔ تب بھی نہیں ۔ جب گھر پر اس نے کوئی بڑی اچھی میٹھی چیز حاصل کی تھی ۔ بہر حال اس کیفیت سے مزید محفوظ ہونے کے لئے وہ کئی بار حلوائی کی دکان میں گھسا ۔ گو اس کا پیٹ بھرا ہوتا ۔ ماں نے مارا پیٹا بھی نہ ہوتا ۔ یہ جان کے بھی کہ حلوائی نے بلی چوہوں سے تنگ آ کر دکان میں دودھ دہی رات کیلئے رکھنا چھوڑ دیا تھا ۔ وہ پھر بھی چوری چھپے دکان میں گھس جاتا تھا ۔ سارے بدن میں گھٹن کا احساس ..... درزہ میں سے زور دینے کا تناؤ ...... کسی کے دیکھنے کا ڈر .... ٹھنڈے پسینے .... دل کی دھڑکنوں کی اچھل کود ..... نشہ ٹوٹنے کی تھکن میں کھلا ہوا عجیب سا سکون ...... جب تک اس کا وجود گزرنا پڑتا ۔ ان کٹھن مرحلوں سے نہ گزر جاتا تھا ۔ اسے اپنے آپ میں کمی سی محسوس ہوتی تھی ۔ ذہن میں کھٹک سی رہتی .... سارے جسم میں عجیب سی الجھن .... عجیب سا تناؤ رہتا ..... یہ کیفیت اسکی رگ رگ میں مچلتے خون کی ایک ایک بوند میں تحلیل ہو گئی تھی شاید ....

پان سگریٹ کی دکان کو دیکھ کر وہ رات اس کے ذہن پر پھر سے طاری ہونے لگی اور وہ دکان پر ٹھہر کر بظاہر پان چباتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چبانے پان والے سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ پر اس کا ذہن.... دُور بہت دُور.... اُس کنواری کیفیت کے مزے لوٹنے لگتا۔ بہت پانی گذر گیا تھا اُسکی زندگی کے گھاٹ تلے تب سے......

بہت بار ایسی کئی لہریں کلبلا اُٹھی تھیں اسکی زندگی میں بہت بار وہ ڈوب ڈوب کر اُبھرا تھا۔ اور ابھر ابھر کر ڈوبا تھا۔ اس سڑک کے ہر موڑ کے ساتھ...... ہر مکان کے ساتھ...... مکان کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ اُس کے ایسے کئی لمحات وابستہ تھے۔ پر ہر دور کے بعد اسکی طلب بڑھتی جاتی۔

—— کتا بدستور بھونک رہا تھا۔ اور وہ بڑی مشکل سے اپنی ٹانگ کو روکے ہوئے تھا۔ آج وہ کسی کو جگانا نہ چاہتا تھا اسلئے غصے کے باوجود اُس نے کتے کو دھیمی آواز سے پکارا...... پچکارا اور کتا چپ ہو کر کچھ دیر دُم ہلاکے آگے بڑھ کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

"افوہ......" اُس نے لمبا سانس لیا کتنی دیر اور یہ کمبخت ٹھنگا...... ٹانگوں میں لگاتار کھڑے رہنے کی وجہ سے اینٹھن سی رہی تھی۔ رات بھی کچھ ٹھنڈی پڑ گئی تھی...... کہیں بادل نہ آجائے...... دیر بہت ہو رہی ہے...... اُس نے سیٹی تو کئی بار بجائی تھی...... آخر کب تک...... بےچینی سے اُسکی نگاہیں سامنے دیوار پر سلگتے نیلے دھندلے پر مرکوز ہو گئیں۔

—— یہ عجلت اس کے ذہن کی پیداوار تھی۔ زبیدہ کو بہت مشکل سے راضی کیا تھا...... اُس نے وقت نکلنے کے بعد تب بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

زبیدہ اس کی مخصوص سیٹی کی آواز سُن لے تو سمجھ لے وہ کھڑکی کے عین نیچے اندھیرے میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ زُبیدہ آواز سنتے ہی کسی بہانے نیلی کھڑکی والے کمرے میں آ گئے۔ موقعہ ملنے پر ہی وہ لگاتار روشنی جلاتی بجھاتی رہے۔ تاکہ سامنے دیوار پر نیلے دھبے جھپک جھپک کر اشارے کر لیں۔ پھر روشنی ایک دم بُجھا کے نیلی کھڑکی کی زنجیر کھول دے۔ وہ دیوار کے سہارے چڑھ کر اُس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اتنا کچھ کرنا ضروری نہ تھا۔ وہ دن دہاڑے بھی زبیدہ کے گھر جا سکتا تھا۔ زبیدہ کے ماں باپ کے ساتھ ہنس بول سکتا تھا۔ زبیدہ سے رسمی باتیں کر سکتا تھا۔ زبیدہ کا باپ اُس کے اپنے باپ کا دوست تھا۔ اس لئے وہ بچپن سے اس گھر کے ایک ایک کونے سے مانوس تھا۔ پر جوانی کی حد ولما کو چھونے ہی اُس کے آنے جانے میں کچھ نئے مطلب پنہاں ہو گئے تھے۔ جن کو چھپانے کے لئے اُس نے اس گلی کے تنگ و تاریک دامن کا سہارا لیا تھا۔ بہت، پیار تھا اُسے زبیدہ کے ساتھ کئی بار وہ سوچ چکا تھا۔ کہ زبیدہ اُسے نہ ملی۔ تو اس کی زندگی بھٹک جائے گی۔ ویران ہو جائے گی۔

کاش! زُبیدہ جلدی کرے۔ وہ تو کھڑے کھڑے بہت تھک گیا ہے جھنجھلا کر اُس نے ایک بار اور سیٹی بجانے کے لئے ہونٹ سکوڑ لئے۔ سیٹی کی تیکھی آواز گلی کی اندھیری فضا میں تحلیل ہونے لگی۔ اور اُسکے منھنے یکا یک سکڑنے پھولنے لگے۔ سامنے دیوار پر روشنی کے دھبے ٹمٹمانے لگے۔ غیر ارادی طور پر اُسکے بدن میں تناؤ ابھرنے لگا۔ پنڈلیوں پر ننھے ننھے کیڑے رینگنے لگے۔ ٹھنڈے اور گرم جھونکے پھر سے محسوس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہونے لگے۔ اور وہ جھنجھلا اُٹھا۔ یہ کیفیتیں...... یہ سسنی کیفیتیں
زبیدہ سے ملتے وقت اُسے متاثر نہ کرنی چاہئیں۔ زبیدہ کے ساتھ
اُس کے ذہن کا رشتہ نہ تھا۔ بلکہ دل کا رشتہ تھا۔ زبیدہ کو وہ
بہت چاہتا تھا۔ اپنی جان سے بھی زیادہ...... پر نہ معلوم کیوں یہ
کیفیتیں اُس پر یلغار کرتیں...... اُسے تسکین پہنچانے لگتیں
...... محسوس ہوتے ہی اُسکی اُلجھن بڑھ جاتی۔ اُسے اپنے آپ سے
نفرت سی ہو جاتی تھی۔ پر نفرت کے باوجود وہ متاثر رہتا۔ کئی
دفعہ اُس نے اپنے آپ کو سمجھایا تھا...... اپنے آپ پر قابو
پانا چاہا تھا پر ہر بار اُس کا ذہن اس نشے سے مفلوج ہو کر بے
بس ہو گیا تھا۔

——— روشنی کے دھبے بجھ گئے تھے۔ اُلجھے ذہن کو سلجھاتے ہوئے
اُس نے گلی کا پھر سے جائزہ لیا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ اور وہ مُڑ
کر پتھریلی دیوار سے لپٹ گیا۔ اسکی انگلیاں...... جوتوں کی
نوکیں بالترتیب گہری درزوں میں خود بخود اٹکتی رہیں۔ اور آگے
بڑھتی رہیں۔ اس کا بدن خود بخود کھینچتا بڑھتا پتھروں سے چپک
چپک کر آگے رینگ رہا تھا۔ جتنے کہ وہ کھڑکی کی سِل تک پہنچ گیا
کھڑکی کے پٹ ہلکے دباؤ سے وا کئے۔ نرم و نازک ہاتھ سہارے کو
بڑھے۔ پتلی نوکیلی انگلیاں بازوؤں کی اُبھری مچھلیوں میں پیوست
ہو گئیں۔ ایک لمبا سانس...... ایک تیز جُنبش اور وہ اندھیرے
کمرے کے بیچ خاموش کھڑا تھا۔ سارا بدن پسینے سے تر ہو گیا۔ کسی
نے کھڑکی کے پٹ بند کر دئے۔ ٹپ کی آواز کے ساتھ ہی روشنی کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سیلاب اُمڈ آیا۔ اُسکی آنکھیں جھپک گئیں۔ سامنے زبیدہ بال شانوں پہ پھیلائے ...... ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے شوخ چمکتی آنکھوں میں اُس کا پیار سنبھالے کھڑی تھی۔ بہت خوبصورت تھی اُسکی اپنی زبیدہ ...... ایک ایک انگ تراشا ہوا تھا۔ جلد کی آب یا کانوں میں لٹکتے گھنگھناتے موتیوں کی آب کو بھی ماند کرتی تھی۔ وہ رُک نہ سکا۔ اُس کے ہاتھ بے اختیار ہو کر پھیلے۔ نرم نرم گرم گرم جوان زندگی سے اُسکی گود بھر گئی۔

اُسنے سرگوشی کی "تیار ہونا کل صبح" .....

"کل صبح ......" زبیدہ کی سرگوشیوں میں بھی نقرئی جھنکار تھی

"ہاں ...... میں نے سب کچھ ٹھیک کر رکھا ہے۔ میرے پاس اب کافی روپے ہیں ...... تانگے والا ٹھیک 4 بجے صبح سڑک کے موڑ پہ پہنچ جائے گا۔ کسی بہانے نِکل پڑنا ...... گاؤں میں دوسرے نام سے مکان بھی کرائے پر لے رکھا ہے میں نے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"پھر ......" زبیدہ نے ادا سے گردن گھما کر پوچھا۔ گالا سے گال چھوتے ہوئے اس کے بازو دل میں بجلی تڑپی اور زبیدہ کسمسا کر رہ گئی۔

"پھر ...... پھر دیکھا جائیگا ...... تم کچھ تو تیار ہونا ......"

"کیا ہمارا جانا ضروری ہے ......" زبیدہ کی آواز نے اُسے بُری طرح سے چونکا دیا۔

"ہاں ضروری ہے ...... بہت ضروری ...... نہیں تو یہ ظالم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دُنیا والے ...... اس کے قانون ......" آواز کے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ اُس کا سارا وجود ہم آہنگ تھا۔ کبھی تن جاتا۔ اور کبھی ڈھیلا پڑ جاتا۔ پر اُس کا ذہن دور ...... بہت دور حلوائی کی دوکان میں لگے لکڑی کے پھٹوں میں بڑھتی گھٹتی درزیں اٹکا اندر جانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ کاش وہ ایک بار ...... صرف اب کی بار زبیدہ ذہنی حدوں میں دراڑ پیدا کر کے اندر گھس سکے ...... صرف ایک بار ...... ایک بار ...... طلسم اور دل بکتے بکتے وہ ہانپنے لگا۔

"ایک بات بتاؤں ......" زبیدہ نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"ہوں ......" اُس کے منہ سے بڑی مشکل سے نکل گیا۔ سارا حلق سوکھ گیا تھا۔

"کل اماں ...... ابا جی سے کہہ رہی تھی ...... اماں کہہ رہی تھی۔ لڑکی بڑی ہو گئی ہے اس کے ہاتھ پیلے کرنے چاہئیں۔"

زبیدہ رُک کر ناحق شرمانے لگی۔

"زبیدہ ......" وہ واقعی گھبرایا "تب تو ہمیں جلد سے جلد نکل جانا چاہیئے۔ تم سمجھتی کیوں نہیں۔ زبیدہ ...... ہماری زندگی برباد ہو جائے گی۔ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ کیا تمہیں میرا کچھ خیال نہیں ...... بولو زبیدہ بولو ......"

"پر تم پوری بات تو سنو" زبیدہ تنک کر بولی۔

"کہو بھئی کہو ...... پر ذرا جلدی کہو" وہ پوچھنے پر مجبور تھا۔

"لڑکے تو تم ہی ہو ......" زبیدہ نے جھینپ کر اُس کے کندھے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں منہ چھپا لیا۔

"کیا......" وہ زور سے چلا پڑا۔ اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا ہے "شمی ...... ذرا آہستہ ...... اماں کہہ رہی تھی کہ محلے میں ہی اچھا بھلا لڑکا ہے۔ تو دو۔ جانے کیا ضرورت ...... تمہارا نام لیا ...... میں نے چاہا کہہ دوں۔ وہ بڑا شریر ہے۔ مجھے پسند نہیں ...... ارے کیا ہوا تمہیں ...... کیا ہوا۔" زبیدہ گھبرا کر بولی۔ کیونکہ اُس کی باہیں ایک دم ڈھیلی پڑ گئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ آخر کار اُس کا بدن تناؤ نہ سہہ کر ٹوٹ گیا ہو ...... بکھر گیا ہو۔ اپنے آپ کو روکنے کی اُس نے بہت کوشش کی۔ زبیدہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مستقبل کے سہانے خواب پھر سے بُننے چاہے۔ اپنی بے بس ...... بے کسی ...... مفلوج وجود کو زبیدہ کے جسم کی نرمی سختی میں جذب کرنا چاہا ...... لیکن ...... اب ...... اب کوئی جاذبیت نہ تھی زبیدہ کے جوان جسم میں ...... یکایک زبیدہ ایک عام سی لڑکی دکھائی دینے لگی۔ جو حد سے زیادہ شریر تھی۔ جس کی آنکھوں میں شوخ چمک نہ تھی۔ جس کے بال بے ترتیب تھے۔ اور جو اُس کی گود میں ناقابل برداشت بوجھ تھی۔ بوجھ تلے اُس کا بدن لڑکھڑانے لگا۔ اب یہ بوجھ نہ سہا جاتا تھا۔ اُس نے آہستہ سے زبیدہ کو اپنے سے الگ کر دیا۔

"کیا ہوا تمہیں ......" زبیدہ نے اُس کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ زبیدہ کی گرفت تیز تھی۔ بہت تیز ...... اُسے محسوس ہوا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوا جیسے ...... جیسے حلوائی کی دوکان کے دروازے میں اُس کا گلا
پھنس گیا ...... بُری طرح پھنس گیا ...... اُس کا دم گھٹنے
لگا۔ انگ انگ میں کپکپی رواں ہو گئی۔ تلوے ٹھنڈے سے
پڑ گئے۔ اور وہ تڑپ اُٹھا۔ زبیدہ کی طرف دیکھنا چاہا۔ پر وہ نہ
دیکھ سکا۔ ندامت اور پشیمانی نے اُسے نگاہیں ملانے سے باز
رکھا۔ بغیر اور کچھ کہے سُنے وہ نظریں چُراتے ہوئے کھڑکی کھول
کے نیچے اندھیری گلی میں کود گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

———— "پانچ بج گئے بابو جی"

چپراسی کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ گردن اُٹھا کے اُس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ میز پر فائلیں بے ترتیب پڑی تھیں۔ روشنائی کی دوات اپنی جگہ سے ہٹ کر ٹیڑھی ہو گئی تھی اور قلم کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ لمحہ بھر کے لیئے اُس کے دل میں خیال آیا کہ میز پر بکھری فائلوں کو ترتیب دے۔ قلم کو ڈھونڈ نکالے اور روشنائی کی دوات کو قرینے سے سجائے۔ بے ترتیبی سے اُسے بہت چڑ تھی۔ لیکن دوسرے لمحے یہ خواہش نشانوں کے ایک خفیف جھٹکے تلے دب کر رہ گئی۔ فائلوں کو ترتیب دینے، قلم کو ڈھونڈ نکالنے یا دوات کو قرینے سے سجانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اب رہا ہی کیا تھا اُس کے جیون میں ..... جسے وہ سجاتا ..... سنبھالتا۔

———— وہ اُٹھ کر دفتر سے باہر نکل آیا۔ دسمبر کا مہینہ تھا سردی جوبن پر تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے اُس کے ننگے گلے اور گردن میں سوئیاں سی چبھو دیں۔ غیر ارادی طور پر اُس کے ہاتھ کوٹ کے کالر کو اُٹھانے کے لئے بڑھے۔ اور پھر یکایک رُک گئے کالر بند نہ کیا تو گردن اور گلا ننگا ہی رہ جائیگا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ٹھنڈ لگ جائے گی۔ سردی جسم کے ریشے ریشے کو منجمد کر دے گی
ریشے ریشے سے زندگی نچوڑ لے گی۔ بخار آجائے گا۔ نمونیہ
کا حملہ ہوگا اور اُس کے بعد خاتمہ .... یہی کچھ تو ہونا ہے
یہی کچھ تو ہوا تھا اور اُس کی اکلوتی بچی ہنستے کھیلتے اچانک
وسعتوں میں گم ہو گئی تھی۔

——— زندگی اور موت پر کسی کا اختیار نہیں۔ قدرت
کے قانون اٹل ہیں۔ اُسے قدرت سے گلہ نہ تھا۔ اگر گلہ تھا تو
بے رحم موت سے تھا۔ جس نے ایک معصوم جان پر رحم نہ کھایا۔
صرف تین بہاریں دیکھ پائی تھی اُس کی بچی۔ معصومیت کی حدوں
سے باہر بھی نہ بھٹکنے پائی تھی وہ بیچاری۔ اُس کی ہنسی میں کوئی
تصنع نہ تھی۔ پھر بھی بے رحم موت نے اُس پر پنجہ بڑھا دیا۔
...... کس گناہ کی پاداش میں ......؟

کاش یہ بے رحم موت اُس پر بھی اپنے پنجے بڑھا دے، وہ خود
بھی مر جائے اور اپنی بچی کے پاس جا پہنچے۔ شاید پندرھواں
دن تھا یا اٹھارھواں دن تھا کا منہ دیکھے ہوئے ....
اُسے اب دن اور رات کا بھی احساس نہ تھا۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا
جیسے بچی کو دیکھے ہوتے صدیاں گذر گئی تھیں۔ اب تو نیند اُس
سے ہی نہیں جاتی تھی۔ بچی یاد آتے ہی اُس کی آنکھیں دھندلا گئیں
سامنے سے آتا ہوا تانگہ بے ڈھنگے نقوش میں تبدیل ہو گیا۔ کسی
راہگیر نے اُسے بازو سے کھینچ کر تانگے کی زد میں آنے سے
بچا لیا۔ وہ گھبرا گیا۔ اُس نے شکریہ کے رسمی الفاظ بڑبڑائے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اپنی راہ پہ ہو لیا۔

محلے بھر کے بچے گلی میں کرکٹ کا کھیل کھیل رہے تھے بجلی کا کھمبا وِکٹ کا کام دے رہا تھا۔ ایک بچہ کھردری لکڑی کا ٹکڑا ہاتھ میں سنبھالے کھمبے کے سامنے تیار کھڑا تھا۔ گلی کے دوسری طرف ایک اور بچہ گیند لئے کھڑا منتظر تھا کہ کب راستہ صاف ہو اور وہ گیند پھینک دے۔ ساری گلی میں غل غپاڑا مچا تھا جیسے زندگی بذاتِ خود مچل رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر اُس کے دل میں ہوک سی اُٹھی۔ آج اُس کی بچّی ہوتی تو وہ بھی ان بچوں کے ساتھ کھیلتی پھرتی۔ اُسے دفتر سے آتا دیکھ کر دوڑی دوڑی آئی۔ اُس کے تھکے گھٹنوں سے لپٹ جاتی۔ بازوؤں میں جھول جاتی۔ شاید ہی گیند کا بھی مطالبہ کرتی خیال آتے ہی اُس کے پاؤں رک سے گئے۔ خالی خولی نگاہیں بچّوں کے چہروں کو ٹٹولنے لگیں جیسے کسی کی تلاش ہو۔ گیند تھامے بچّے نے اُسے یاد دلایا "بیچ میں سے ہٹئے نا۔ میں نے گیند پھینکنی ہے" اور وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف مُڑ گیا۔

گھر میں کئی گیندیں تھیں۔ گیند کھیلنے کا بلا بھی تھا کئی قسم کے کھلونے بھی تھے۔ بچّی کی موت کے بعد اُسی نے یہ سب چیزیں اکٹھی کر کے ایک صندوق میں رکھ دی تھیں۔ دفتر سے گھر آ کر وہ صندوق کھول کر بیٹھتا۔ ایک ایک کھلونے کو گھورتا۔ ایک ایک کپڑے کو تھپتھپاتا۔ ننھے منھے جوتوں کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چومتا چاٹتا اور دِل کی بھڑاس آنکھوں کی راہ سے نکالنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اب نہ تو کوئی گیند کھو جائے گی اور نہ ہی کوئی نئی گیند کے لئے مچل پڑیگا۔ نہ کوئی بلا پکڑ کے کھمبے کے سامنے کھڑا ہوگا اور نہ ہی کوئی اِن گڑھیوں سے توتلی باتیں کریگا۔ صرف وہ اکیلا اور چند یادوں کے کھنڈر جن کے سہارے اُس نے زندگی کے ان گنت کٹھن دِن گذارنے تھے۔

—— گھر پہنچ کر اُس نے جوتے نکال لئے۔ ہاتھ دھولئے اور اپنے مخصوص کونے میں دھنس گیا۔ گھر کے دوسرے کونے میں اُس کی بوڑھی ماں رات کے کھانے کے لئے سبزی کترنے میں مشغول تھی۔ باورچی خانے میں بیوی چائے بنانے کے لئے سماوار میں کوئلے ڈال رہی تھی۔ گھر کے ماحول کو محسوس کرکے اُس کے دِل میں کڑواہٹ سی اُبھر آئی۔ اُسے محسوس ہُوا کہ گھر بھر میں کسی کو بچی کا غم نہیں۔ کوئی سبزی کتر رہا ہے تو کوئی چائے بنا رہا ہے۔ وہ خود ابھی تو آرام سے بیٹھا اپنی بھوک مٹانے کی فکر میں تھا۔ جیسے بچی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی!

—— آج ماں بھی حسبِ معمول چپ تھی۔ ماں روز اِدھر اُدھر کی باتیں چھیڑا کرتی تھی۔ جن کی اصل میں کوئی اہمیت نہ ہوتی تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ اُس کی ماں یہ بیکار باتیں اس لئے چھیڑا کرتی تھی تاکہ اکلوتے بیٹے کا ذہن بچی کی یاد سے ہٹ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جائے..... ماں بے وقوف تھی۔ بھلا اِن چھوٹی فضول باتوں کو سنکر وہ اپنے دِل کی دھڑکن کو بھول جاتا۔ بچی تو اُس کے دِل کی دھڑکن میں بسی تھی۔ ماں کے رونے سے اُس کو ٹھیس سی لگتی اور وہ چڑھ کر زبردستی بچی کا ذکر چھیڑ دیا کرتا تھا۔ بچی کے ذکر پر اُس کی ماں رو پڑتی تھی اور اُسے تسکین سی مِل جاتی تھی۔ لیکن بیوی کی حالت تسکین کو پشیمانی میں بدل دیتی۔ بیوی بچی کے ذکر پر ڈھاڑیں مار مار کر روتی تھی۔ سینہ کوٹتی، بال نوچتی اور بے حال ہو کر سسکیوں میں ڈوب جاتی تھی۔ کئی بار اُس نے ارادہ کیا تھا کہ بیوی کے سامنے بچی کا ذکر نہ چھیڑا کرے بیچاری بیوی..... نو مہینے بچی کو پیٹ میں پروان چڑھایا تھا۔ خود بھوکی رہ کر بچی کو کھلایا۔ رات رات بچی کو سینے سے لگائے جاگا کرتی تھی۔ ماں جو تھی...... ماں سے بڑھ کر بچی کا دُکھ اور کسے ہو سکتا ہے۔ اُس کا جی چاہتا کہ پیار سے بیوی کے دِل سے بچی کا سب دُکھ مٹا دے۔ میٹھی سرگوشیوں میں دُکھی دل کی ڈھارس بندھا سکے۔ اپنے مضبوط ہاتھوں میں اُس کے وجود کو سہارا دے اب تو جیسے صدیاں بیت گئی تھیں بیوی سے ہنستے بولتے۔ پر جب بھی اُس نے کوشش کی تو بچی یاد آجاتی تھی۔ بچی یاد آتے ہی اُس کے آنسو تھمتے نہ تھے۔ اُسے روتا دیکھ کر بیوی بھی رو پڑتی اور دونوں ایک دوسرے کو تھامے دل کی بھڑاس نکالنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

———— کمرے میں خاموشی گھٹن کی حد تک بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اُبلتے سماوار کی "سول سول" بھی کوئی ارتعاش نہ پیدا کر سکی۔ اُس نے ماں کی طرف دیکھا۔ ماں بدستور سر جھکائے سبزی کترنے میں مشغول تھی۔ بوڑھاپے نے ماں کے سارے بال برف کے مانند سفید کر دئے تھے۔ چہرے پر جھریوں کا جال پھیل گیا تھا۔ بدن میں کپکپی رواں تھی۔ جنگ چھ دِنوں کی بات اور تھی۔ پھر شاید موت اُس کی ماں کو بھی چھین لے گی۔ دفعتاً اُس کے ذہن میں ایک ڈراونا خیال اُبھر آیا۔ اگر موت غلطی سے اُس نوخیز کلی کے بجائے اس سامنے بیٹھے ہوئے مرجھائے پھول کو لے جاتی تو........ وہ سوچتے سوچتے رُک گیا۔ سارے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ اُسے یقین نہ آیا کہ ایسا بھیانک خیال اُس کے اپنے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے۔ کہیں وہ پاگل تو نہیں ہو رہا ہے۔ ورنہ بیٹا ہونے کے ناطے وہ اپنی ماں کے متعلق ایسی باتیں نہ سوچتا۔ وہ گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ماں نے اُسے سوالیہ نگاہوں سے جانچا۔ ماں سے آنکھیں ملانے کی جُرأت نہ ہوئی۔ وہ نظریں چُراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ جہاں وہ اپنے آوارہ ذہن کو بچّی کی یاد میں جھکڑ تو سکتا تھا۔

———— اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے طاقچے پر سے بچّی کے کھلونوں، کپڑوں کا صندوق اُتارا۔ اُس کے ڈھکن کو جھاڑا۔ اور سامنے رکھ دیا۔ کانپتے ہاتھوں سے صندوق کا ڈھکن کھولا۔ یکایک اُس پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ صندوق خالی تھا۔ اُس کی بچّی کے کھلونے کپڑے جوتے...... صندوق میں کچھ بھی نہ تھا۔ کچھ دیر وہ خالی خولی نگاہوں سے صندوق کی تہہ کو گھورتا رہا۔ دھیرے دھیرے دُکھ اور غصّے کی علامتیں چہرے پر اُبھرنے لگیں۔ اب وہ جان گیا تھا کہ ماں خلافِ توقع آج خاموش

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کیوں بیٹھی رہی۔ یہ حرکت صرف اُس کی ماں کر سکتی تھی۔ جو چاہتی تھی کہ بچہ کو بھول کر وہ گھر گرہستی کی چکی میں پستا رہے۔ جیسے وہ آدمی نہ تھا بلکہ بے جان مشین کا ٹکڑا......

وہ تیزی سے اُٹھا اور دروازے کی طرف لپکا۔ دروازے پر بیوی چائے کی پیالی لئے کھڑی تھی۔ بے بس ہو کر اُس کے مُنہ سے نکل گیا "صندوق خالی ہے"

بیوی نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ آگے بڑھ کر صندوق کا ڈھکن بند کر دیا اور اُس پر چائے کی پیالی رکھ دی۔ "کہاں گئی ہیں یہ چیزیں" جذبات کی شدّت سے اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی بیوی کی آنکھوں میں آنسو اُبھر آئے۔ اُس نے آہستہ سے کہہ دیا "میں نے پھینک دیں وہ سب چیزیں"۔

اُسے یقین نہ آیا۔ بھلا کہیں ماں اپنی ممتا کو پھینک سکتی ہے؟ ضرور اُس کی بیوی اپنی ساس کو بچانے کے لئے جھوٹ بول رہی ہوگی

"سچ سچ کہہ دو...... کہاں ہیں چیزیں؟ میں جانتا ہوں تُم ماں ہو کر اپنی بچی کی چیزیں نہیں پھینک سکتی" وہ اور بھی نہ جانے کیا کچھ بکتا؛ دِل میں تو آگ جل رہی تھی لیکن بیوی کے بے تحاشہ رو پڑنے کی وجہ سے اُس کی زبان رُک گئی۔ بیوی بے تحاشا بولتی گئی۔

"ہاں ہاں...... میں نے ایک ماں ہو کر اپنی بچی کی چیزیں پھینک دیں بھوت نے تو اُسے چھین لیا اب وہ تمہیں مجھ سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چھینے جا رہی ہے۔ میں کس کس کو روؤں؟ بولو...... وہ بھی نہ رہی۔ تم بھی میرے نہ رہے...... تو میں کیا کروں' میں... کیا کروں"؟

اور وہ دم بخود کمرے کے وسط میں کھڑا اس عورت کو دیکھتا رہا جو اس کی بیوی تھی..... اس کی بچی کی ماں تھی ٭

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri